اتحاد بین المسلمین اور اس کے تقاضے؟



دعوتِ فکر



محمد منشا تابش قصوری

مکتبہ اعلیٰ حضرت

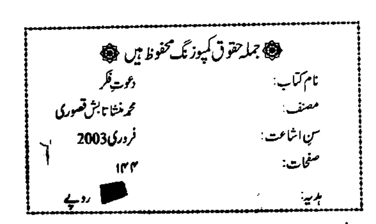
اتحاد بین المسلمین اور اس کے تقاضے ؟





مکتبہ اعلیٰ حضرت
لاہور پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



جملہ حقوق کمپوزنگ محفوظ ہیں

نام کتاب:	دعوتِ فکر
مصنف:	محمد منشا تابش قصوری
سنِ اشاعت:	فروری 2003
صفحات:	۱۴۴
ہدیہ:	روپے

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت

الحمد مارکیٹ دکان 25 غزنی سٹریٹ 40 اردو بازار لاہور پاکستان

042-7247301-0300-8842540

E-mail:maktabaalahazrat@hotmail.com

مکتبہ اعلیٰ حضرت کی مطبوعات ملنے کے چند پتے:

مکتبہ فیضانِ رضا شہید مسجد کھارادر کراچی، ضیاء الدین پبلیکیشنز شہید مسجد کھارادر کراچی، مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی، مکتبہ البصرہ چھوٹی گٹی حیدرآباد، مکتبہ المدینہ اندرون بوہڑ گیٹ ملتان، مکتبہ غوثیہ کچہری بازار اوکاڑہ، مکتبہ المعراج فیضانِ مدینہ گوجرانوالہ، مکتبہ المدینہ اصغر مال نزد عیدگاہ روڈ راولپنڈی، مکتبہ المدینہ امین پور بازار فیصل آباد، مکتبہ نعیمہ جامعہ نعیمہ گڑھی شاہو لاہور

فہرست

پہلے اسے پڑھیے

الحمدللہ علی منہ وکرمہ تعالیٰ کہ جس کی ذات ستودہ صفات نے اپنے پیارے حبیب کریم ،رسول عظیم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کے توسل سے کتاب ''دعوت فکر'' کو عظیم الشان اور عدیم المثال قبولیت سے نوازا، اس کی مقبولیت وشہرت کا یہ عالم ہے کہ 1986ء میں اس کا پہلا ایڈیشن مکتبہ اشرفیہ ''مریدکے'' نے پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کیا، پانچ سو سے زائد علمائے دیوبند کی خدمت میں بذریعہ رجسٹرڈ پارسل مفت ''دعوت فکر'' بھیجی گئی۔ مگر کسی ایک نے بھی وصولی سے مطلع نہ کیا، البتہ علمائے اہل سنت نے ہاتھوں ہاتھ لیا، خوب تحسین فرمائی، مبارکبادی کے خطوط عنایت کئے، پاک وہند کے سنی رسائل وجرائد نے اپنی اپنی وسعت دامنی کے مطابق تبصرے کئے، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان اور بھارت کے متعدد کتب خانوں نے اشاعت وطباعت کی طرح ڈالی، روز بروز ان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ''دعوت فکر'' کی تقدیم نے اپنی الگ ہی شان پائی کراچی سے تین اداروں نے رسالہ کی صورت میں ''مقدمہ دعوت فکر'' اختلاف کیا، کب اور کیسے؟ کے عنوان سے ہزاروں کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کیا۔

پاکستان میں مریدکے، لاہور اور کراچی سے متعدد کتب خانوں نے شائع کی جبکہ بھارت میں ممبئی، الہ آباد، مبارک پور، بھیونڈی، دہلی وغیرہ بڑے بڑے شہروں سے ''دعوت فکر'' مسلسل شائع ہو رہی ہے۔ انڈیا کا ایک ادارہ تو ''اور پردہ اٹھتا ہے'' کے نام سے چھاپ رہا ہے۔ حال ہی میں مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا محمد ایوب اشرفی شمسی سنبھلی خطیب جامع مسجد نور الاسلام بولٹن یوکے (برطانیہ) نے نہایت خوبصورت، جاذب نظر ڈسٹ کور اعلیٰ سفید کاغذ، معیاری طباعت سے آراستہ وپیراستہ، دس ہزار کا پیاں شائع کر کے فری تقسیم کی ہیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کو دین ودنیا میں بہترین جزا عطا فرمائے۔ امین

اس پر طرہ یہ کہ دعوت فکر کا عربی ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔ اور راقم الحروف کو باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا بھارت میں ہندی وگجراتی زبانوں میں بھی ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح انگلش ترجمے کی بھی خبر وصول ہوئی: واللہ تعالیٰ وحبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلم

قارئین کرام! ''کتاب مستطاب'' دعوت فکر کی شہرت ومقبولیت اور ناموری میں میرا کوئی

کمال نہیں درحقیقت اس کی قبولیت میں میرے ان مخلصین ومحسنین کی دلجمعی، دلسوزی عرق ریزی اور مثبت سوچ کا عمل دخل ہے جن کی سرپرستی نے مجھے یہ حوصلہ بخشا۔ اور میں نے اہل علم وقلم اور صاحبان عقل و دانش کی خدمت میں جو تعصب، ضد، ہٹ دھرمی کے جراثیم سے محفوظ ہیں بطور اپیل یا استغاثہ پیش کرنے کی جسارت کی جسے خوب پذیرائی حاصل ہوئی: ان کرم فرما حضرات میں مفتئ اسلام مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ، صدر تنظیم المدارس اہل سنت وجماعت پاکستان اور حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اب ''دعوت فکر'' کو جدید انداز میں عزیز القدر مولانا محمد اجمل قادری شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں موصوف نے حوالہ جات کو بڑی خوبصورتی سے سجانے کی مساعی جمیلہ فرمائی ہیں۔ حوالہ جاتی کتب کے سلسلہ میں یہ سہولت پیدا کی ہے کہ جن کتابوں کے عکس ''دعوت فکر'' کے اس ایڈیشن میں دیئے گئے ہیں وہ سبھی پاکستان میں بآسانی دستیاب ہیں۔ دعا ہے کہ جس نیک مقصد کے پیش نظر ''دعوت فکر'' قوم کی خدمت میں پیش کی ہے وہ باحسن وجوہ پورا ہو اور ناشرین اسی نظریہ و مشن پر گامزن رہیں، خیال رہے کہ راقم السطور نے اس کتاب کی کسی بھی ناشر یا ادارے سے رائلٹی نہیں لی اور نہ ہی اس کے حقوق اپنے نام محفوظ کیے ہیں۔ راقم صرف اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ اور نبی کریم سید عالم محسن اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کا طالب ہے، دعا کریں میرا مطلوب مجھے نصیب ہو۔

امین ثم آمین

فقط

محمد منشا تابش قصوری

مریدکے ضلع شیخوپورہ

یکم جنوری 2003

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتحاد بین المسلمین اور اس کے تقاضے

دورِ رسالت میں کلمہ گو مسلمانوں کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ عامۃ المسلمین (صحابہ کرام علیہم الرضوان) جس کا کردار یہ تھا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے والہانہ محبت کے باعث آپ کی ذات کو ہی اپنی سوچ اور فکر کا مرکز قرار دیتا' آپ کے اشارے پر سب کچھ قربان کرنے کو اپنا فرض سمجھتا۔ ہر دکھ درد کا مداوا آپ کی ذات کو قرار دیتا۔ دینا و آخرت میں مشکلات کے لئے ملجاء و ماوی آپ کی ذات کو ہی سمجھتا اور اپنے اس نظریہ میں اتنا مضبوط اور متصلب تھا کہ حضور علیہ السلام کی ذات پاک کے خلاف کسی ادنیٰ بے ادبی اور گستاخی کو بھی معاف نہ کرتا اور حضور علیہ السلام کی ذات اقدس کے خلاف محاذ آرائی کرنے والوں کو تہِ تیغ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا اور ہر مذہبی جنگ میں پیش پیش رہتا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ[1] کے پیش نظر حضور علیہ السلام کے دربار کی حاضری کو ہی اپنی تمام کامیابیوں کا راز جانتا اور وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ[2] کے مطابق باادب ایسا کہ حضور علیہ السلام کے وضو کا پانی زمین پر گرنا بھی انہیں گوارا نہ تھا اور اس پانی کو حاصل کرنے کے لئے دربار کا پہرہ دیتا۔

جبکہ دوسرا گروہ مسلمان اور مومن کہلاتا اور صدق دل سے ایمان لانے کی قسمیں کھاتا اور حضور علیہ السلام کے رسول ہونے اور آپ کو رسول ماننے کی شہادت دیتا۔ اس کے باوجود اس کا کردار یہ تھا کہ اپنے آپ کو دانشور سمجھتے ہوئے عامۃ المسلمین کو جاہل اور بے وقوف کہتا اور ان پر زبان طعن دراز کرتا، اپنے آپ کو خوش پوش معزز طبقہ خیال کرتے ہوئے عام مسلمانوں کو ذلیل وحقیر کہتا۔ اسی خیال سے اپنے لیے الگ دانش کدہ اور مسجد تعمیر کرنے کی شدید خواہش رکھتا۔

اتحاد و صلح کا داعی ہونے کی حیثیت سے کفار کو بھی قابل لحاظ جانتا اور ان کے خلاف محاذ

1۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہو جائیں (پ 5 النساء آیت 64) ترجمہ کنز الایمان (2)۔ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (پ 26 الفتح 9 کنز الایمان)

آرائی سے اجتناب کرتا اور کسی مذہبی گروہ بندی سے اپنے آپ کو آزاد اور غیر جانب دار رکھتا اور جنگ میں شرکت سے معذرت کر لیتا۔

چالاک اور ہوشیار ہونے کی حیثیت سے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طعن واعتراض کے بارے ان سے پوچھ گچھ کی جاتی تو سرے سے انکار کی گنجائش نہ پاتے تو اس کو ہنسی اور مزاح قرار دیتے اور قسمیں کھا کر کہتے کہ ہمارا مقصد گستاخی نہ تھا۔

دورِ رسالت کے یہ دونوں گروہ مسلمان کہلاتے۔ بظاہر دین کے اصول میں متفق نظر آتے ہیں۔ خدا رسول قرآن کلمہ اور قبلہ بھی ایک ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، میں بھی اتفاق ہے۔ اگر چہ گروہ نمبر ۲ سے کچھ کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنی صلح جوئی، دانشمندی اور ہوشیاری کے پیشِ نظر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کبھی طعن واعتراض کر دیتے یا عامۃ المسلمین کو جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت کے پیشِ نظر حقارت کی نظر سے دیکھتے اور حقیر وذلیل سمجھتے ہیں یا کفار کے خلاف جنگ اور محاز آرائی سے کنارہ کش رہتے ہیں، بایں ہمہ وہ زبانی معذرت بھی تو کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد توہین نہ تھا اس لیے مناسب تھا کہ دوسرے گروہ کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا، جبکہ مصلحت کا تقاضا بھی یہی تھا، کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے مقابلے میں کفار ومشرکین کی ایک مہیب قوت کھڑی تھی اور مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لہٰذا حالات کا تقاضا تھا کہ مسلمانوں کی قوت کو مجتمع رکھا جاتا اور دوسرے گروہ کو ساتھ لے کر چلا جاتا اور مسلمانوں کو باہم مربوط رکھا جاتا، آپس کے اختلافات کو نظر انداز کر کے اجتماعی مفاد کو پیشِ نظر رکھا جاتا مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (جس نے خود وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا[1] فرما کر اتحاد بین المسلمین کی دعوت دی ہے) نے اس نازک موقع پر بھی دوسرے گروہ کے خلاف فتویٰ دینا ضروری جانا اور ان کی زبانی معذرت کے باوجود فرمایا:

یہ بے ایمان ہیں، کافر ہیں، مفسد ہیں، جھوٹے ہیں جیسے کہ سورہ بقرہ، توبہ اور منافقوں کی متعدد آیات میں صراحت ہے۔

اصول دین اور عبادات میں اتفاق اور پھر غلطیوں پر زبانی معذرت کے باوجود یہ انتہائی

1۔ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔ (آل عمران ۱۰۳ از ترجمہ کنز الایمان)

سخت فتویٰ دے کر ان کو ملت اسلامیہ سے خارج کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

قرآن پاک کا یہ فیصلہ ہر مسلمان کو دعوت فکر دیتا ہے کہ اتحاد بین المسلمین یقیناً ضروری ہے مگر اس کا معیار صرف اور صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اللہ، رسول، قبلہ، قرآن اور عبادت کا اقرار اور عمل ہی کافی نہیں بلکہ مومن و مسلمان ہونے کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور دل و جان سے ادب و احترام ضروری ہے اور اس احترام کا تقاضا ہے کہ بارگاہ رسالت کے گستاخ کے ساتھ کسی قسم کی محبت و عقیدت نہ رکھی جائے، خواہ وہ باپ ہو استاد یا شیخ ہی کیوں نہ ہو اور اگر خدانخواستہ خود انسان سے بے ادبی کی کوئی بات سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے کہ اس معاملہ میں ضد اور انانیت کی پاسداری ہمیشہ ہمیشہ کی ہلاکت اور بربادی کا باعث ہے۔

روزہ اچھا، حج اچھا، نماز اچھی، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ طیبہ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کہ کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا
(ظفر علی خان)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

تعظیم اور توہین۔ دعوت فکر

عرف عام ایک ایسا معیار ہے جس کا اعتبار ہر خاص وعام کرتا ہے شریعت مبارکہ کے بہت سے مسائل عرف پر مبنی ہوتے ہیں۔ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے۔ **المعروف کا لمشروط**، عرف عام کے امورے طے شدہ ہوتے ہیں۔

عرف میں جو چیزیں صراحت کا درجہ رکھتی ہیں ان میں نیت کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور کہے کہ میں نے یہ الفاظ ایسے ہی کہہ دیئے تھے طلاق دینے کی نیت نہ تھی تو اس کا عذر سننے کے لیے کوئی بھی تیار نہ ہوگا اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

اسی طرح اگر ایک عالم وفاضل کسی معزز شخص کو کہہ دے کہ تمہاری صورت گدھے جیسی ہے تو لازماً وہ شخص برہم ہوگا اور کہے گا کہ تم نے میری توہین کی ہے اس پر عالم صاحب کہیں کہ جناب میں آپ کی توہین کیسے کرسکتا ہوں، میں عالم ہوں، مبلغ ہوں، دین کا خادم ہوں، میرا ارادہ ہرگز توہین کا نہ تھا، میں نے تو صرف مماثلت بیان کی تھی۔

ظاہر ہے کوئی آدمی اپنی توہین کے متعلق اس صفائی کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوگا اور پنچایت میں یہ صورت پیش کر کے اپنی بے عزتی کے ازالے کی کوشش کرے گا۔ پنچایت کی جواب طلبی پر بھی وہ عالم صاحب یہی موقف اختیار کرتے ہیں کہ میری نیت میں قطعاً کھوٹ نہیں ہے میں تو ایک معزز آدمی کی بے عزتی کرنے اور اسے گالی دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجھ پر ہتک عزت کا الزام غلط ہے۔

مگر پنچایت کا فیصلہ اس کے سوا، کیا ہوسکتا ہے کہ جناب آپ کا علم وفضل، جبہ و دستار اور دینی خدمات اپنی جگہ لیکن آپ کے یہ الفاظ توہین کے زمرے میں آتے ہیں اور ایک بچہ بھی سمجھتا ہے کہ آپ نے یہ الفاظ کہہ کر ایک معزز آدمی کی بے عزتی کی ہے۔

اس لیے آپ کا عذر قابل قبول نہیں ہے ورنہ آپ جسے جو چاہیں کہتے رہیں اور جب پوچھا جائے تو کہہ دیں میری نیت بری نہیں تھی اسی طرح تو کسی کی عزت بھی محفوظ نہیں رہے گی اور

معاشرے کا امن وسکون تباہ ہوکر رہ جائیگا۔

لہٰذا ہمارا فیصلہ ہے کہ آپ یا تو معافی مانگیں نہیں تو ہم آپ کا سوشل بائیکاٹ کرینگے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا معاملہ دنیاوی نوعیت کا ہے۔اس میں حقدار اپنا حق معاف بھی کرسکتا ہے اس کے باوجود ہر خاص وعام یہی کہے گا کہ اس عالم وفاضل اور بزرگ شخصیت کے خلاف کاروائی ضرور ہونی چاہے تاکہ معاشرے کا امن وسکون برقرار رہ سکے کیونکہ عرف اور محاورہ کے مقابل کسی نیت کا بہانہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

جب دنیاوی معاملات میں یہ کیفیت ہے تو دین وایمان، دینی اور اعتقادی مسائل میں حق اور باطل کا فیصلہ کرنے میں کسی عالم وفاضل اور شیخ الحدیث والتفسیر کی شخصیت یا اس کی نیت کا عذر کس طرح رکاوٹ بن سکتا ہے۔

غلط بات بہر حال غلط ہے چاہے کسی نے بھی ہو امت مسلمہ کا یہ اسلامی فریضہ ہے کہ اللہ اور رسول کی شان میں بے ادبی کرنے والے یا کسی دینی اصول اور ضابطہ کو پامال کرنے والے یا اس کی تائید کرنے والے سے توبہ کا مطالبہ کرے۔ بلکہ اس پر اسے مجبور کرے ورنہ دین اسلام کا چہرہ مسخ ہوکر رہ جائے گا اور کوئی بھی شخص مرزا قادیانی کی طرح کلمات کفریہ کہنے کے بعد تاویل کرتا پھیرے گا کہ میری مراد یہ ہے اور وہ نہیں ہے۔

اسلامی معاشرے کی ذمہ داری یہ ہے کہ باطل اور غیر اسلامی عقائد ونظریات اور اقوال وافعال کے سدِ باب کے لیے اپنے تمام توانائیاں صرف کردے تاکہ حق وباطل کا امتیاز باقی رہ سکے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران-۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ (ترجمہ کنزالایمان)

محمد منشا تابش قصوری



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقدیم

ہماری یہ کتاب زیرِنظر مسئلے پر معروف معنی میں کوئی بحث مباحثے کی یا مناظرانہ تصنیف نہیں ہے، کیونکہ اس حوالے سے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہ دینی محاذ پر ایک صدی سے پھیل جانے والے اختلافات کے سلسلے میں رب کائنات کی واحدانیت اور نجات دہندۂ انسانیت کعبہ نیاز مندانِ عشق اور قبلۂ عبادت گزارانِ شوق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے نام پر ملتِ اسلامیہ کی کھلی عدالت میں ایک فریاد اور استغاثہ ہے۔

بخدا اس سے ہمارا مقصود پہلے سے موجود تلخی میں زہر گھولنا ہرگز نہیں، بلکہ صدقِ دل اور اخلاص نیت سے اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ وہ بنیادی نقطہ کیا ہے جس نے برصغیر میں اسلام کا نام لینے والوں کو تقسیم کر دیا۔

ملتِ اسلامیہ کے پڑھے لکھے طبقے نے غالباً اس طرف کبھی غور نہیں کیا کہ کیا وجہ ہے کہ سوادِ اعظم اور علماء دیوبند کے اختلافات کہ ختم ہونے کو نہیں آتے، بلکہ ان میں کچھ اور ہی اضافہ ہو رہا ہے۔ ان اختلافات کو شروع ہوئے تقریباً ایک صدی گزر چکی ہے، اوسطاً تین نسلیں گزر چکی ہیں۔ اگر نئی نسل یا پڑھا لکھا طبقہ اسے دیوبند و بریلی کے چند علما کا جھگڑا سمجھتا ہے۔ یا تو وہ حقائق سے بالکل بے بہرہ ہے اور پھر مذہب و عقیدے سے اُن کی وابستگی نام کی ہی رہ گئی ہے۔

بندہ پرور! یہ مسئلہ ہے اور ہمیں قدم قدم پر اس کی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ آج ملتِ اسلامیہ کو اتحاد و اتفاق کی جو ضرورت ہے، وہ باخبر آدمی سے مخفی نہیں۔ بالخصوص پاکستان جس دورا ہے پر کھڑا ہے اور مسائل کی جن سنگینیوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ ملتِ اسلامیہ جسمِ واحد کی شکل اختیار کر کے اپنی جگہ بنیان مرصوص بن جائے۔

پھر کیوں ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں طرف سے کچھ درد مند آگے بڑھیں اور خود اعتمادی و جرأت کے ساتھ اصل مسئلے کے حل کی طرف توجہ دیں۔

یاد رہے کہ کنوئیں میں سے مردار نکالے بغیر ساری زندگی پانی نکالتے رہنے سے بھی کنواں پاک

نہیں ہوگا۔

لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے ٹھنڈے دل سے اصل مسئلے کو سمجھا جائے اور پھر اسے حل کیا جائے۔

علمائے دیوبند کو یہ بات بھی فراموش نہ کرنی چاہیے کہ اس ملک میں واضح اکثریت انہی لوگوں کی ہے جو بقول علمائے دیوبند کہ بدعتی، قبر پرست اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔ اب ان "بدعتیوں اور قبر پرستوں" کو نظر انداز کر کے آخر اسلامی و دینی محاذ پر کوئی فیصلہ کن قدم کس طرح اٹھایا جا سکتا ہے۔

اگر کچھ علماء اپنے طور پر یہ کہتے ہیں: "جی یہ تو چند میلاد خواں مولویوں کا ایک ٹولہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، تو وہ لوگوں کو فریب دینے کے ساتھ ساتھ خود کو بھی فریب دیتے ہیں"۔

راقم السطور کئی برس سے اس مسئلے پر غور و فکر کر رہا ہے، میری سوچ نے ہمیشہ یہ راہ اختیار کی ہے کہ وہ کونسا ذریعہ ہے جسے اختیار کر کے ہم اس خلیج کو پاٹنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ خدا شاہد ہے میں نے اپنے طور پر انتہائی دیانت داری اخلاص اور تعمیری انداز سے سوچا ہے۔

یہ چیز میرے تو میرے کسی بڑے سے بڑے عالم دین کے بس میں بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے طور پر ایک فیصلہ کر دے اور اکثریت ضرور اسے قبول بھی کرے۔

چنانچہ کئی برس کی سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمیں اصل مسئلے کو جوں کا توں ملتِ اسلامیہ کی کھلی عدالت میں پیش کر دینا چاہیے اور اس کے فیصلے کو حتمی اور آخری سمجھنا چاہیے۔ ہمیں اس بات کا اچھی طرح احساس ہے کہ اس وقت ملتِ اسلامیہ کی نوجوان نسل مذہب سے والہانہ محبت رکھتی ہے۔ عمل کی کوتاہی اس سے متوقع ہے، مگر اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا تبار کے ساتھ اس کے عشق و محبت کے رشتے اتنے گہرے اور مضبوط ہیں کہ جن کی پاسداری پر وہ اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔

یہاں عام قاری کے دل میں یہ خلش ضرور پیدا ہوگی کہ اختلافات کے بنیادی نقطے تک پہنچنے اور پھر اس کے حل کی تدابیر اختیار کرنے کی آخر ضرورت کیا پڑ گئی ہے؟ ایسا کیوں نہیں کیا جاتا کہ ہر چیز کو ماضی کے کھنڈرات میں دفن کر دیا جائے۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اسلام ایک دین ہے جس کے کچھ اصول ہیں کچھ فروع ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ہندو فلسفے و یدانت کی طرح ہر فکر و خیال اور نئے عقیدے کے لیے اسلام میں گنجائش نکالتے جائیں اور اگر خدانخواستہ ہم ایسا کریں بھی، تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ ملتِ اسلامیہ جو

قدرت کی طرف سے خود بہترین کسوٹی ہے، ہماری ان غلط سلط تاویلات کو قبول بھی کرے گی، چنانچہ آپ دیکھ لیں کہ ایسے مختلف اور نئے نئے افکار و نظریات کے ساتھ ملتِ اسلامیہ نے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا، جن کی بنیاد کتاب وسنت میں موجود نہ تھی۔ اگر کوئی شخص اعتقادیات کی ان حدود کو پھلانگ جاتا ہے جو اصولی ہیں، تو ایسے شخص پر کفر کا حکم لگانا خود شریعت کا مطالبہ ہے، البتہ یہ فیصلہ کرنا ہر ایک کا کام نہیں، بلکہ اس کا ایک اپنا دائرہ کار ہے۔

ہم نے جس دردمندی اور سوز دل کے ساتھ اپنا استغاثہ ملتِ اسلامیہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ علمی بحثیں، دوراز کار تفاصیل اور غیر ضروری باریکیوں کے بجائے سیدھے اور دوٹوک الفاظ میں مطلب واضح کریں۔

اصولاً پہلے یہ بات طے ہونی چاہیے کہ

برصغیر کے قدیم مسلمان باشندوں کا مسلک وعقیدہ کیا تھا؟

یہ لوگ آج کی اصطلاح میں دیوبندی تھے یا بریلوی؟

پھر یہ بات دیکھی جائے کہ اختلافات کہاں پیدا ہوئے؟

اختلاف پیدا کرنے والے لوگ کون تھے؟

اور اختلاف کا نقطۂ آغاز کیا ہے؟

آخر میں اس سارے قضیے کا قابل عمل حل اگر کوئی ہے تو وہ پیش کیا جائے۔

اس ساری کاوش سے ہمارا مقصد نزاعی لٹریچر میں کسی نئی کتاب کا اضافہ نہیں ہے۔ بلکہ خدا اور رسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر ملت اسلامیہ کے لیے ایک مشترک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت کا طریق کار بیان کرنا ہے۔

اول: برصغیر کے عام مسلمان کس عقیدہ ومسلک کے تھے، جناب مولانا سید سلیمان ندوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''تیسرا فریق وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل سنت کہتا رہا۔ اس گروہ کے زیادہ تر پیشوا بریلی اور بدایوں کے علماء تھے''[1]

جناب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے سید صاحب کی تائید میں فرمایا

---

[1] حیات شبلی سید سلیمان ندوی، ص ۴۳ تا ۴۶

ہندوستان کے اکثر علماء اس اثر کو ختم نبوت جیسے قطعی مسئلے کے بالکل خلاف سمجھتے تھے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اس اثر کا قائل ان کی نگاہ میں ختم نبوت کا منکر ٹھہرتا تھا اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایسے شخص کے خلاف خاموش رہتے۔

عظمت و تقدیس رسالت کے خلاف یہ پہلی آواز تھی۔ جو برصغیر میں اٹھی، پھر ہندوستان بھر کے علماء چیخ اٹھے۔ اس مسئلے پر کئی مناظرے ہوئے، کتابیں لکھی گئیں۔ اسی اثر سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانا محمد نانوتوی دیوبندی نے اپنا مشہور رسالہ "تحذیر الناس" لکھ دیا جس نے بحث کا ایک نیا دروازہ تو خیر کھولا ہی قادیانیت کے لئے بھی ایک مضبوط محاذ فراہم کر دیا۔

مولوی محمد شاہ پنجابی اور مولانا محمد نانوتوی کے درمیان تحذیر الناس کی عبارتوں پر مناظرہ بھی ہوا۔[1]

تحذیر الناس کے رد میں اس زمانے میں کئی کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

(1)	تحقیقات محمدیہ حل اوہام نجدیہ	فضل مجید بدایونی
(2)	الکلام الاحسن	ہدایت علی بریلوی
(3)	تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال	حافظ بخش بدایونی
(4)	القول الفصیح	فصیح الدین بدایونی
(5)	ابطال اغلاط قاسمیہ، قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس، شیخ محمد تھانوی	

دوسری طرف تقویۃ الایمان کے جارحانہ انداز بیان نے مسلمانوں کے دل و دماغ ہلا کر رکھ دیے تھے۔ اور بقول مولانا ابوالکلام آزاد:

''مولانا اسماعیل نے جلاء العینین اور تقویۃ الایمان لکھی اور ان کے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔''[2]

تقویۃ الایمان کی ایک مشہور عبارت۔

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن و

1۔ مولانا محمد احسن نانوتوی، مصنفہ پروفیسر محمد ایوب قادری، ص ۹۲، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ کراچی
2۔ مولانا آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی، ص ۷، مطبوعہ چٹان، لاہور

فرشتہ اور جبرئیل وحمد کے برابر پیدا کرڈالے۔"(1)"

اس سے امکان نظیر کا مسئلہ پیدا ہوا اور خاتم الحکماء، مولانا فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کو اس نظریے کی تردید میں "امتناع النظیر" نامی کتاب لکھنی پڑی۔

الغرض یہاں سے اس قضیئے کا آغاز ہوا، بات معمولی نہ تھی۔ بارگاہِ رسالت کی عظمت پر براہ راست زد پڑ رہی تھی۔ اگر بات یہیں ختم ہو جاتی تو خیر تھی۔ یہاں تو ماشاءاللہ زلف یار کی طرح دراز ہو رہی تھی۔ "تقویۃ الایمان" کے بعد صراط مستقیم، صراط مستقیم کے بعد براہین قاطعہ، حفظ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، تحذیر الناس، الجہد المقل، قسم کی کئی کتابیں، یکے بعد دیگرے اس انداز سے آئیں کہ مسلمانوں کے دلوں پر آرے چلا دیئے۔

ان تمام کتابوں میں شاہکار قدرت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں انتہائی گستاخانہ اور جارحانہ زبان استعمال کی گئی تھی۔ مسلمان قوم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بقول علامہ اقبال علیہ الرحمۃ یہ سننے کو بھی تیار نہیں تھی کہ۔

"آنحضور کے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کپڑے میلے تھے۔"

اسے تو یہ بتایا گیا تھا کہ اس بارگاہِ اقدس کی جلالت شان کا یہ عالم ہے کہ خود رب العالمین نے اس کے دربار میں حاضری اور اس کے حضور اندازِ تخاطب کی تعلیم دی ہے۔

مذاہب عالم کی تاریخ میں مسلمان قوم نے اپنے حبیب کی ایک ایک ادا پر مر مٹنے کی تاریخ اپنے خون سے لکھ کر اپنے لئے ایک امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ یہی تو وہ مقام تھا جہاں ان دیوانگانِ عشق کا امتحان مقصود تھا۔ چنانچہ پورے برصغیر میں ان عبارات کے خلاف نفرت کا طوفان کھڑا ہو گیا۔ ان میں بیشتر عبارات اردو زبان میں ہیں۔ ان علمائے وقت نے اپنا دینی فریضہ ادا کیا۔ شہید آزادی مولانا فضل خیر آبادی نے "امتناع النظیر" اور "تحقیق الفتویٰ" جیسی بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے "المعتقد المنتقد" تحریر فرمائی، صرف تقویۃ الایمان کی تردید میں سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں لکھی گئیں۔

اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی چوکیداری کے لئے رب العالمین نے ایک شخصیت کو منتخب کر رکھا تھا۔ جو فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے منصہ

1۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۵ مطبوعہ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور۔

نوٹ۔ تحذیر الناس کی عبارات کا عکس آئندہ صفحات میں پیش کیا جائے گا۔

شہود پر جلوہ گر ہوئی۔ آپ نے متعدد مضامین ورسائل اور ذاتی خطوط میں ان حضرات کو توجہ دلائی کہ نام خدا اپنی یہ عبارات واپس لے لیجئے کہ انہوں نے مسلمانوں کے دل مجروح کر دئے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۲۹ھ کو مولانا اشرف علی تھانوی کے نام خط تحریر فرمایا...... اس کا مضمون ملاحظہ فرمائے[1]

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ فقیر بارگاہ عزیز قدیر عز جلالہ تو مدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے۔ اب حسب معاہدہ وقرار داد مراد آباد پھر محرک ہے۔ کہ آپ کو سوالات ومواخذات حسام الحرمین کی جواب دہی کو آمادہ ہوں۔ میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنا دیں اور وہی دستخطی پرچہ اسی وقت فریقین مقابل کو دیتے جائیں کہ فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۸ صفر مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی۔ گیارہ روز کی مہلت کافی ہے وہاں بات ہی کتنی ہے۔ اس قدر کہ یہ کلمات شان اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہٖ تعالیٰ دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہو سکتا ہے لہٰذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت و رحمت پر توکل کر کے یہی ۲۸ صفر روز جان افروز دوشنبہ اس کے۔ لئے مقرر کرتا ہے آپ فوراً قبول کی تحریر اپنی مہری و دستخطی روانہ کریں اور ۲۸ صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں۔ اور آپ بالذات اس امر اہم واعظم دین کو طے کر لیں اپنے دل کی آپ جیسی بتا سکیں گے وکیل کیا بتائے گا۔ عاقل بالغ مستطیع غیر معذورہ کی توکیل کیوں منظور ہو؟ معہذا یہ معاملہ کفر واسلام کا ہے۔ کفر واسلام میں وکالت کیسی؟ اگر خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے اور وکیل کا سہارا ڈھونڈیئے تو یہی لکھ دیجئے۔ اتنا تو حسب معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیل مطلق ہے۔ اس کا تمام ساختہ وبرداختہ قبول، سکوت، نکول، عدول سب آپ کا ہے اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عز جلالہ آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساکت یا فار ہوا تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ میں وکالت ناممکن ہے اور اعلانیہ کی توبہ اعلانیہ لازم۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی کے سر رہتا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے پھر آپ خود ہی دفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**

1۔ یہ خط رسالہ دافع الفساد عن مراد آباد میں شائع ہو چکا ہے۔

العلی العظیم۔ آپ برسوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفع خجلت کی سعی بے حاصل کرتے ہیں۔ ہر بار ایک ہی طرح کے جواب ہوتے ہیں۔ آخر تا بہ کے؟ یہ اخیر دعوت ہے۔ اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی کے غوغہ پر التفات نہ ہوگا۔ منوا دینا کام نہیں۔ اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے **واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم**۔

و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

مہر

فقیر احمد رضا قادری غفی عنہ

۱۵ صفر المظفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ

تا حال یہی ہوا کہ اکابر دیوبند گھبراتے رہے۔ خجالت و شرمندگی نبھاتے رہے رجوع واتحاد سے گریز کیا اور ایک بہت بڑا فتنہ باقی رہ گیا۔

سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر دیا جاتا ان سے رجوع کر لیا جاتا تا کہ امت مسلمہ اختلاف و افتراق کی اس ہولناک کشیدگی سے بچ جاتی جس کا اسے تقریباً ایک سو سال سے سامنا ہے۔ عشق و محبت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعوے داروں کے لئے یوں بھی یہ بات زیبا نہ تھی کہ وہ اس ذاتِ گرامی کی عزت و ناموس کے مقابلے میں اپنی انا اور ہٹ کو ترجیح دیتے۔ مانا کہ ان کی نگاہ میں یہ عبارات توہین آمیز نہ تھیں۔ لیکن صورت حال ان کے سامنے تھی کہ برصغیر کی ایک بہت بڑی اکثریت بشمول علماء، مشائخ، اور عوام ان عبارات کو گستاخانہ سمجھ رہی تھی۔

تصوف و روحانیت کے ڈھول پیٹنے والوں کو کیا ہو گیا کہ وہ روحانیت کے پہلے سبق یعنی من کو مارنے اور اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنے پر بھی عمل نہ کر سکے۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ بھی علمائے دیوبند ہی کی زبانی طے کرتے چلیں۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں توہین آمیز یا گستاخانہ الفاظ کی صورت میں قائل کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ اور یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں الفاظ و عبارت کی معمولی گستاخی بھی کفر کی زد میں آتی ہے یا نہیں؟

بحمد اللہ یہ امر خوش آئند ہے کہ علمائے دیوبند کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں گستاخی اور جرأت کے سلسلے میں قائل کی نیت قطعاً قابل اعتبار

نہیں ہوگی۔ گستاخانہ الفاظ گستاخی ہی پر محمول کیے جائیں گے۔ ہاں اگر ایسے شخص کی نیت توہین کی نہیں تھی تو وہ اپنے الفاظ واپس لے اور توبہ کرے اس لیے کہ اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں تو پھر ہر گستاخ رسول (مثلاً قادیانی، منکرین سنت وغیرہ) نیت کی صفائی کا بہانہ کر کے اپنے آپ کو بچالے گا۔ اور گستاخی و توہین نام کی کوئی شے باقی نہیں رہے گی۔

اسی طرح علمائے دیوبند اس بات کے بھی قائل ہیں کہ شان نبوت میں معمولی سی بے ادبی کفر کا موجب ہے۔

ہمارے خیال کے مطابق اب استغاثہ اپنا موقف واضح کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو مسائل کے بارے میں علمائے دیوبند کی آراء دیکھ لی جائیں۔

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے آداب اور انداز تخاطب کی نزاکتیں خود رب العالمین نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اصول دین سے تعلق رکھتا ہے۔ صحابہ کرام ''رَاعِنَا'' کا لفظ تعظیماً کہتے تھے۔ لیکن جب یہودیوں نے اسے معمولی سے تصرف کے ساتھ توہین کی نیت سے بولنا شروع کر دیا تو صحابہ کرام کو بھی لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا[2] کہہ کر اس لفظ سے روک دیا گیا۔ حالانکہ صحابہ کرام کے دل میں معاذ اللہ توہین کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس لفظ میں توہین کے پہلو موجود ہوں اس میں نیت کی صفائی معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح ایسے الفاظ یا عبارات کی تاویل بھی قابل قبول نہ ہوگی۔

جناب مولانا محمد انور شاہ کاشمیری لکھتے ہیں۔

1۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو صحابہ کبھی کبھی عرض کرتے کہ راعنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم جس کے معنی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہماری رعایت فرمائیے یعنی مزید اچھی طرح سمجھا دیجئے۔ جبکہ یہود کی لغت میں یہ کلمہ سوء ادب کے معنی رکھتا تھا۔ انہوں نے اسے ان معنی میں استعمال کرنا شروع کر دیا حضرت سعد بن معاذ چونکہ ان کی اصطلاح سے واقف تھے۔ اس لئے انھوں نے یہود سے کہا کہ تم میں سے آئندہ کسی نے ایسا کلمہ زبان سے نکالا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ تب یہود نے کہا کہ ہمیں منع کرتے ہو حالانکہ یہی لفظ مسلمان بھی کہتے ہیں۔ اس پر آپ رنجیدہ ہو کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں راعنا کہنے سے منع کر دیا گیا اور اس کا متبادل لفظ انظر کہنے کا حکم ملا۔

2۔ ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر رکھیں (البقرہ 104)

وقد ذکر العلماء ان التهور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد به السب کفر[1]

بارگاہ انبیاء میں گستاخی کفر ہے، چاہے اس سے قائل کی مراد توہین کرنہ بھی ہو۔

جناب مولانا حسین احمد مدنی کہتے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین موجب کفر ہے۔ صریح توہین تو درکنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات کہے گا جو کہ موہم توہین ہوں گے تو وہ بھی کفر کا سبب ہوگا۔''[2]

اب رہا یہ مسئلہ کہ توہین کیا چیز ہے اور کیا نہیں ہے؟ اس کا فیصلہ کون کرے؟

تو صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا، ہمارے ہی نزدیک نہیں بلکہ علمائے دیوبند کے نزدیک بھی کفر صریح میں تاویل نہیں، تو اب اہل سنت اور علمائے دیوبند کا معاملہ آپ کے سامنے ہے۔ برصغیر کی بہت بڑی اکثریت نے ان عبارات کو بارگاہ نبوت کے منافی اور ان کے قائلین کو گستاخ قرار دیتے ہوئے مصدقہ تحریریں لکھیں۔ یہ تمام تحریریں ۱۳۲۴ھ میں ''حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین'' کے نام سے شائع ہوئیں اس طرح برصغیر کے اڑھائی سو علمائے نے ان عبارات کو گستاخانہ قرار دیتے ہوئے اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزین تصدیق ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کی۔ ملاحظہ ہو۔ ''الصوارم الہندیہ''

آخر اس کے بعد ان عبارات پر اڑنے انہیں اپنے وقار کا مسئلہ بنانے اور ملت اسلامیہ کے مسلسل مطالبے پر چپ سادھ لینے کا کیا جواز باقی رہ گیا تھا؟

آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معمولی سی بے ادبی بھی کفر ہے۔ اس فتوے پر علماء دیوبند سب سے پہلے دستخط کرنے کو تیار ہیں۔ توہین آمیز عبارات اور الفاظ میں تاویل یا قائل کی نیت معتبر نہیں۔ اس پر وہ علمائے اہل سنت سے بھی دو قدم آگے نظر آتے ہیں۔ لیکن جب مودب ہو کر یہ کہا جاتا ہے کہ حضور ذرا اپنی ان چند عبارات پر تو نظر ثانی فرمالیجے، تو پھر تاویل وتعبیر کا وہ بے معنی دفتر کھول دیا جاتا ہے۔ جس کے سامنے اصل مسئلہ دب کر رہ جاتا ہے۔

ہم اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہیں۔ حیرت ہے کہ جن عبارات کو علمائے اہلسنت توہین آمیز اور گستاخانہ قرار دیتے ہیں۔ مفہوماً ان کے گستاخانہ ہونے میں علمائے دیوبند بھی متفق ہیں۔ مثلاً صراط مستقیم میں سید احمد بریلوی کا بیان درج ہے۔

1۔ بحوالہ الحق المبین سید احمد سعید کاظمی ص ۱۷ 2۔ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۱۶۵

''پس ان بزرگوں اور انبیائے عظام علیہم السلام میں فرق صرف اتنا ہے کہ انبیاء امتوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں۔ اور یہ بزرگ مظان حکم کو قائم کرتے ہیں اور ان کو انبیاء کے ساتھ وہ نسبت ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائی سے۔''[1]

مگر جب علمائے حرمین نے اس پر گرفت کی تو اپنی صفائی میں اس انداز سے بات کی جاتی ہے۔

''ہم یا ہمارے اسلاف میں ہرگز کبھی اور کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں رہا ہے اور ایسی خرافات تو کوئی ضعیف سے ضعیف الایمان شخص بھی زبان پر نہیں لاسکتا اور جو شخص یہ کہے کہ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت اتنی ہی ہے جیسے بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''[2]

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ اس بوالعجمی کا کیا کیا جائے مزید دیکھئے۔

براہین قاطعہ میں ہے۔

''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط روئے زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں، تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نص قطعی ہے۔''[3]

خاص اس مسئلے پر المہند میں علمائے حرمین کے سامنے اپنی صفائی کا انداز یہ اختیار کیا ہے۔

ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الاطلاق مخلوقات میں سب سے زیادہ علوم و حکمتوں اور اسرار الٰہیہ کے جاننے والے ہیں۔ آپ کو تمام آفاق ملکوت کا سب سے زیادہ علم ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ بڑا عالم ہے کافر ہے اور ہمارے حضرات نے اس شخص کے بارے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے جو یہ کہے کہ ابلیس لعین جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔''[4]

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

1۔ صراط مستقیم، مرتبہ شاہ محمد اسماعیل ص 49۔50 ادارہ نشریات اسلام قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور۔
2۔ تلخیص المہند علی المفند یعنی عقائد علمائے دیوبند ص 9
3۔ براہین قاطعہ، مرتبہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی صفحہ نمبر 55 دارالاشاعت کراچی۔
4۔ تلخیص المہند علی المفند ص 10

ہم نے یہ دو مثالیں بطور مشتے از خروارے پیش کی ہیں، ورنہ تمام اختلافی عبارات کو مفہوماً علمائے دیوبند خود "رد" کر چکے ہیں، ان سے اظہار ناپسندیدگی کرتے ہیں اور انہیں گستاخانہ عبارات قرار دیتے ہیں۔

لیکن اپنے آپ کو وہ ایسا معیار حق قرار دیتے ہیں کہ یہ بات ایک آن کے لئے بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے کہ ہم سے بھی ایسی عبارات کا صدور ہو سکتا ہے اور ہوا ہے، اب مسئلہ کیونکر حل ہو؟

آپ کو حیرت ہوگی کہ علماء دیوبند تک یہ تسلیم کرتے ہیں کہ علماء اہل سنت کی نظر میں ہماری یہ عبارات گستاخانہ اور توہین آمیز تھیں تو ان پر ان عبارتوں کے قائلین کی تکفیر فرض تھی۔

"یہ عذر کہ علماء ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں، چنانچہ مرزائی جب بہت تنگ اور عاجز ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آخر علمائے دیوبند جو آج ہندوستان میں مرکز اسلام و مرکز حنفیہ و مرکز قرآن و حدیث وفقہ، علوم عقلیہ ونقلیہ کا سرچشمہ ہیں، ان کو بھی تو مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کے ہم خیال کافر کہتے ہیں۔ کیا علمائے دیوبند کافر ہیں؟ اگر وہ کافر نہیں، تو پھر مرزائی کیوں کافر؟"

اس کا جواب بھی خوب توجہ سے سن لینا چاہئے کہ علمائے دیوبند کی تکفیر اور مرزا صاحب اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے، چوپائے مجانین کے علم کو آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے برابر کہتے ہیں شیطان کے علم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد کہتے ہیں، لہٰذا وہ کافر ہیں۔

"تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ جناب خاں صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے، جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے، ملعون ہے، لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں، بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے، یہ عقائد بے شک کفریہ عقائد ہیں مگر خاں صاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے ہیں یا کہتے ہیں، یہ غلط ہے افترا ہے، بہتان ہے۔"[1]

آمد برسر مطلب

دیکھا آپ نے اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص بھی ایسے الفاظ کہے یا ایسے عقائد رکھے یا ان کی تبلیغ کرے، وہ بلاشبہ کافر ہے اور کافر بھی سب کے نزدیک ہے، بلکہ دیوبند کے نامور عالم مرتضیٰ

1۔ اشد العذاب ص ۱۲، ۱۳ مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن ناظم دار العلوم دیوبند کا عکس ص 3، 4 پر ملاحظہ ہو

حسن صاحب تو ایسے شخص کو مرتد ملعون بھی فرما رہے ہیں۔

تو صاحب: مسئلہ تو حل ہے کوئی الجھاؤ باقی نہیں رہا اور یہی ہمارا استغاثہ ہے کہ بقول پشتو ضرب المثل: ''یہ گز اور یہ زمین'' ہم آئندہ صفحات میں ایسی تمام عبارات جو متنازعہ فیہ ہیں بلا کم وکاست اصل کتابوں سے فوٹو کاپیوں کی صورت میں پیش کر رہے ہیں تا کہ کسی کو بھی یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ عبارات کا غلط مفہوم لیا گیا ہے یا انہیں سیاق وسباق سے الگ کیا گیا ہے۔

یہاں ہر پڑھے لکھے مسلمان کے ضمیر اور دیانت سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ بالکل خالی الذہن ہو کر ایک عاشقِ رسول کی حیثیت سے ان عبارات کو پڑھے اور ہر مولوی، پیر اور استاذ کے فرمودات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے دل سے فیصلہ حاصل کرے کہ کیا محبوب خدا کی شانِ اقدس میں ایسے الفاظ وہ خود استعمال کرنے کی جرات کر سکے گا۔ وہ بارگاہ بے کس پناہ جس کے بارے میں شروع ہی سے عشاق کا نظریہ یہ رہا ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

میں دل پر پتھر رکھ کر صرف دو عبارتیں یہاں نقل کرتا ہوں، آپ کو قسم ہے پروردگارِ عالم کی فیصلے میں جانبداری نہ برتیں

''زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔''[1]

ایک اور صاحب رقمطراز ہیں:

''پھر یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید وعمر بلکہ صبی ومجنون بلکہ حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل

1۔ صراط مستقیم (ملفوظات سید احمد بریلوی) مرتبہ مولوی اسماعیل دہلوی، صفحہ ۱۱۸ ادارہ نشریات اسلام قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

ہے۔[1]

اب یہ فیصلہ قارئین کے انصاف پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ان علماء کی عبارات اور ان کے فتووں کے اس کھلے تضاد کی کیا توجیہ کرتے ہیں۔ تقریباً تمام قابل گرفت عبارات کے ساتھ علمائے دیوبند نے یہی حشر کیا ہے۔ بات عبارت اور شخصی طور پر اس کے قائل کی آتی ہے، تو یہ حضرات قریب نہیں پھٹکنے دیتے۔ تاویلات کا وہ دفتر کھل جاتا ہے جو شاید ان عبارات کے قائلین کے ذہن میں بھی نہیں تھا۔

اور جب پوچھا جاتا تو جو شخص ایسا کہے اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے، تو جھٹ فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے۔

اب اگر کوئی جسارت کر کے صرف اتنا کہہ دے کہ قبلہ پھر جس شخص نے ان عبارات کے قائلین کی گرفت کی، اس نے کیا قصور کیا تھا کہ آج تک اس کا جرم معاف نہیں ہو سکا؟

تو فرماتے ہیں، نہیں اس نے ہمارے بزرگوں پر بہتان طرازی کی ہے۔

اب خدا تعالیٰ کے واسطے آپ ہی بتایئے کہ اس دوعملی اور تضاد بیانی کا کیا کیا جائے؟ اس کا مطلب ماسوائے اس کے اور کیا ہے کہ جہاں گھر کی گنتی ہے، وہاں فتوئے اور ادب و محبت کے وعظ سب داؤ پر لگا دیے جاتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ اس تضاد بیانی کے ایک دو اور نمونے بھی قارئین کے سامنے رکھ دیے جائیں تا کہ بات واضح ہو۔

''تحذیر الناس'' میں مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''[2]

مگر المہند علی المفند میں علمائے حرمین کے سامنے یہ لہجہ اختیار کیا جاتا ہے:

ہمارا اور ہمارے مشائخ کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں لا نبی بعدہٗ، جو آپ کی ختم نبوت کا انکار کرے تو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے، کیونکہ وہ نص قطعی اور نص صریح کا منکر ہے۔[3]

سوال ہوا، جناب مولانا رشید احمد گنگوہی سے

1۔ حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی، صفحہ 13 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ تحذیر الناس ص 34 مصنفہ مولانا محمد قاسم نانوتوی مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

3۔ تلخیص المہند ص ۱۰

''محفلِ میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جائیں، اور لاف وگزاف اور روایاتِ موضوعہ کاذبہ (جھوٹی گھڑی ہوئی) نہ ہوں، شریک ہونا کیسا ہے؟

''آپ نے فرمایا: ناجائز ہے بہ سبب اور وجوہ کے''۔[1]

علمائے حرمین نے دریافت فرمایا: ''کیا آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ کی ولادت کا ذکر شرعاً برا ہے، بدعت سیۂ ہے جو حرام ہے یا اور کچھ کہتے ہیں؟''

جواب میں فرماتے ہیں: ''یہ بات کوئی بھی مسلمان ہرگز نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کہیں کہ یہ بدعت اور حرام ہے، بلکہ ہم یہ کہتے کہ تمام احوال کہ جن کا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے ادنیٰ سا بھی تعلق ہو، اعلیٰ درجہ کا مستحب ومندوب ہے، خواہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر ہو، یا آپ کے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے کا''۔[2]

قارئین کرام کو حیرت ہوگی تضاد بیانی اور دو عملی کا یہی وہ شیوہ ہے جس کا منظر دنیا نے اس طرح دیکھا کہ مفتی دیوبند نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ایک عبارت پر فتویٰ کفر لگا دیا۔.........

جب انہیں یاد دلایا گیا کہ قبلہ یہ عبارت تو حضرت مولانا کی ہے، تو انہیں فتویٰ سے رجوع کرتے ہوئے دیر بھی نہ لگی، اور اس طرح کا ایک اور واقعہ جو خود مہتمم دار العلوم دیوبند جناب مولانا قاری محمد طیب کے ساتھ بھی ہوا ہے کہ مفتی دیوبند نے ان کی ایک عبارت پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے فتویٰ واپس لے لیا۔

اے کاش! اے کاش! اگر علمائے دیوبند سرکار دو جہاں کی ذات گرامی کے ساتھ مولوی محمد قاسم نانوتوی اور قاری محمد طیب جتنی بھی محبت وعقیدت کا ثبوت دیتے تو یہ چند عبارات کب کی واپس ہو چکی ہوتیں اور دیوبند و بریلی نام کا آج کوئی مسئلہ ہی نہ ہوتا۔

دیوبند کے ایک معروف علمی پرچہ تجلی (اپریل ۱۹۵٦ء) میں اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے، ملاحظہ ہو اس ''تجلی'' کے متعلقہ اوراق کا عکس[3]

1۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل 131 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

2۔ تلخیص المہند ص ۱۰

3۔ ممکن ہے کہ اصل رسالہ کی فوٹو سے قارئین حضرات مکمل استفادہ نہ کر پائیں جس کی وجہ اصل سے فوٹو کا رزلٹ صحیح نہ آنا ہو سکتا ہے۔ اس چیز کے پیش نظر اگلے صفحہ پر ہم ان تمام عکوس کا مختصر سا تعارف پیش کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی اصل کی فوٹو بھی شائع کر رہے ہیں۔

عکس ماہنامہ تجلی دیوبند

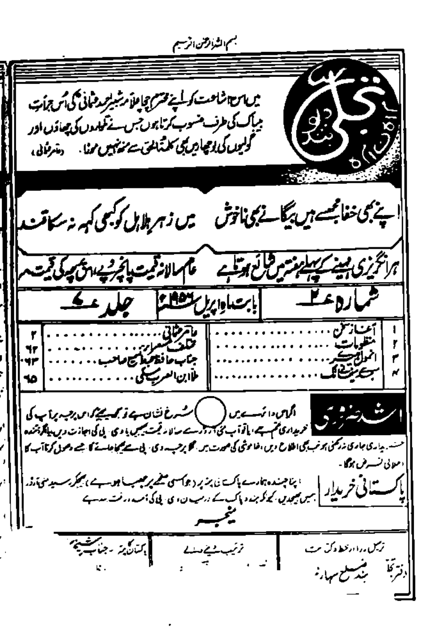
شمارہ اپریل ۱۹۵۶ء
جس میں مفتی دیوبند کی طرف سے بانی دیوبند قاسم نانوتوی پر کفر کے فتوے کا بیان اور پھر اس پر تبصرہ۔

عکس ماہنامہ تجلی دیوبند

شمارہ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء
جس میں ''ایک حادثہ ایک کہانی'' کے عنوان سے مہتمم دار العلوم دیوبند پر دار الافتاد دیوبند کی طرف سے فتویٰ کفر کا بیان اور تبصرہ۔

ان دونوں واقعات میں فتویٰ کفر جاری کرنے والے مفتی اور فتویٰ سے متاثر ہونے والے دونوں فریقوں کے درمیان محاذ آرائی اور آخر میں بغیر توبہ کے مصالحت کا بھی بیان ہے۔ جس سے قارئین کو اندازہ ہوسکتا ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک فتویٰ کی کیا اہمیت رہ گئی ہے۔ حالانکہ اگر مفتی صاحب نے فتویٰ غلط دیا تو اس پر توبہ لازم تھی ورنہ جس کے خلاف فتویٰ دیا گیا تھا اس پر توبہ لازم تھی چونکہ فتویٰ کا معاملہ مشورہ معروف ہو چکا تھا لہٰذا رجوع کرنے والے فریق پر اعلانیہ توبہ کرنا لازم تھا۔

تابش قصوری



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تجلی دیوبند

میں اس اشاعت کو اپنے محترم چچا علامہ شبیر احمد عثمانی کی اس جرأت بیباک کی طرف منسوب کرتا ہوں جس نے تلواروں کی چھاؤں اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی کلمۃ الحق سے منہ نہیں موڑا۔ (عامر عثمانی)

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوتا ہے — عام سالانہ قیمت پانچ روپے اس پرچہ کی قیمت

شمارہ ۲	بابت ماہ اپریل ۱۹۵۶ء	جلد ۷

اشد ضروری

اگر اس دائرے میں ◯ سرخ نشان ہے تو سمجھیے کہ اس پرچہ پر آپ کی خریداری ختم ہے۔ یا تو آپ منی آرڈر سے سالانہ قیمت بھیں یا وی۔ پی کی اجازت دیں یا اگر چندہ ... خریداری جاری نہ رکھنی ہو تب بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وی۔ پی سے بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔

پاکستانی خریدار اپنا چندہ ہمارے پاکستانی پتہ پر (جو اسی صفحے پر چھپا ہوا ہے) بھیجکر رسید منی آرڈر ہمیں بھیجدیں۔ کیونکہ ہندو پاک کے درمیان وی۔ پی کی آمد و رفت بند ہے

منیجر

پاکستانی پتہ - جناب شمیم ...	ترتیب دیے ہوئے ...	ترسیل زر اور خط و کتابت

دفتر تجلی دیوبند ضلع سہارنپور

خلاف کوئی زبان کھولتا ہے تو اسے ہم دشمن اور الزام تراش اور مشرک ٹھیرانے ہیں۔ حالانکہ بسا اوقات زبان کھولنے والا سچی بات کہتا ہوتا ہے۔

ایسا ہی ہم زیر بحث قضیہ میں دیکھ رہے ہیں۔ علمائے دیوبند کا طرز مخالفت بلا ریب و شک یہ واضح کر رہا ہے کہ اصلاح پسند صاحب علم و فضل حق نواز اور عادل و عاقل ہونے کے باوجود ان حضرات کے خلوص پر نفرت و عداوت غالب آگئی ہے۔ یہ جماعت اسلامی کے حق میں ہدایت و اصلاح کا وہ طرز اختیار نہیں کر رہے جو ہادی برحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین کے حق میں اختیار فرمایا تھا۔ بلکہ وہ طرز اختیار کر رہے ہیں جو ایک نفرت کرنے والا معاند و ظالم اختیار کرتا ہے۔

اس کی وجوہات کیا ہیں۔ کیا وہ محض جماعت اسلامی اس وجہ سے کہ اس کا تن بچہ کو خود محض بدل دیا جائے کیا اس کے نظریات و عقائد میں حقیقتاً ایسی بنیادی خرابیاں پائی جاتی ہیں کہ شیخ و مشائخ کے لوگوں اس پر بمباری ہی لازم و ضروری ٹھیرے؟

ان سوالات پر یہاں ہم بحث نہیں کرنی۔ ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ نفرت و عناد اور مخاصمت کے اگر واقعی کچھ اسباب موجود ہیں تو ان میں سب سے قوی سبب وہ مبالغہ پسند اور جذبات خود عقیدت ہے جو عام مسلمانوں کی اکثریت کو صوفیا و اولیاء سے ہے اور جس کی نفسیات اجمالاً ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔

قصہ یہاں سے شروع ہوا کہ مولانا مودودی نے اپنے مخصوص طریقہ اصلاح و دعوت کے تحت بعض اولیاء و اتقیاء پر کچھ اس طرح کی تنقید یں لکھیں جو اگرچہ سنجیدہ علمی انداز کی تھیں لیکن جن کا انداز افسوس طرز ادب اور روحِ طریق احترام سے ہٹا ہوا تھا۔ ان سے علماء کو جذبات و خیالات کو ٹھیس لگی اور محبت و نفرت کی نفسیات نے اپنا کام شروع کر دیا۔ محبت نے تو یہ اثر دکھلایا کہ تمام محبوب اسلاف کے اقوال و اعمال کا ہر ہر گوشہ ناقابل بحث سو فی صدی برحق تنقید سے بالاتر کامل و اکمل نظر آنے لگا۔ اور نفرت نے یہ اثر دکھلایا کہ مولانا مودودی بایک مخلص عقائد کے مومن جس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے تنقید پرداز مخالف دشمن اولیاء معاند اور گستاخ و بے ادب نظر آنے لگے جس کی ہر بات قابل نفرت جس کو ... ... تھیرا جس کو ...

اخلاقی نفرین کی ٹھیری۔ یہ دعویٰ ہمیں نہیں کہ مولانا مودودی نے تصوف یا صوفیا پر جو کلام کیا ہے وہ حرف گیری سے بالاتر ہے۔ یا جس طرز کو انھوں نے اختیار کیا ہے وہ علماء کے قیاس کردہ اثرات و نتائج سے بالکل خالی ہے۔ نہ ہم اس کے مدعی ہیں کہ مولانا مودودی کے اجتہادات و قیاسات بے خطا اور اٹل ہیں۔ اور یہ بات بھی نہیں کہ جماعت اسلامی کے بعض اور ذمہ داروں نے صوفیا کے اشغال و وظائف اور مرشدین کے طرق ارشاد و بیعت پر جو تنقیدیں کی ہیں وہ ہر پہلو سے تنقید کے جانب ہیں اور ان کا طرز بیان تختلافاتی اعتراض نہیں ہے لیکن یہاں سوت پیشِ نظر نفرت و محبت کے وہ گونا گوں تاثرات میں جو ہمارے علماء کرام اور ان کے ہمنواؤں نے بہت سی ایسی چیزیں جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیں جو بے بنیاد تھیں افترا تھیں۔ الزام محض تھیں۔ ان کے اثبات کے لئے عبارتوں کے تراشے لائے گئے اور ریت پر عمارتیں اٹھائی گئیں۔ تحقیر و تذلیل کی گئی اور فتوے نکالے گئے کیچڑ اچھالی گئی اور نعرے کسے گئے۔

اخلاص کا جنازہ نکالنے والی نفرت و عداوت کی نشاندہی کے لئے تقریر و تحریر کی بیسیوں شہادتیں عوام کے سامنے آچکی ہیں۔ لیکن صرف نشاندہی نہیں، بلکہ اس نفرت و عداوت کا ڈھنڈورہ بھی اس فتوے نے پیٹ دیا جس میں قاسم العلوم غزالی وقت حضرت العلامہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خود مفتیان دار العلوم دیوبند نے نہ صرف اہلسنت والجماعت سے خارج کر دیا بلکہ نعوذ باللہ من ذالک کافر ٹھیرا دیا!

کیوں؟ صرف اس لئے کہ مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو وہ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی عبارت سمجھے اور جماعت اسلامی کے کسی فرد پر کیچڑ اچھالنے اور بمباری کرنے میں انھیں جو لطف حاصل ہوتا ہے اسے ایک نفرت کرنے والا قلب ہی محسوس کر سکتا ہے۔

حقیقت میں اگر مفتیان کرام کے دل و دماغ پر عناد و نفرت کا پورا تسلط نہ ہوتا تو پہلی ہی نظر میں وہ سمجھ لیتے کہ یہ عبارت جس پر حکم کا فتویٰ لگا رہے ہیں۔ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کا انداز بیان اور اسلوب بتا رہا ہے کہ کافی پہلے زمانے کا ہے لیکن جس طرح وخفتہ نفرت جوش ...

کسی خیال پر طاری ہو گیا ہے تو عقل و ہوش اور احساس و وجدان اور بصیرت و بصارت سب مغلوب و ماؤف ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے وہ حرکات سرزد ہو جاتی ہیں جن کا ارتکاب وہ عام حالت میں ہرگز نہ کرتا۔ اسی طرح مفتیان کرام کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی بغض و عناد کی گھٹا نے ان کی ساری علمیت اور بصیرت و دانائی کو مغلوب کر کے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ ہو نہ ہو یہ جماعت اسلامی کے کسی فرد کی خامہ فرسائی ہے۔ جب یہ وسوسہ پیدا ہو گیا تو کارگہ عناد میں فتویٰ کفر کے ڈھلتے میں کیا دیر لگتی تھی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سہ روزہ "دعوت" دہلی کی مدیر صاحب نے اشاعت میں ملاحظہ فرمایئے۔ کسی نے حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی چند سطریں ان کی کتاب "تصفیۃ العقائد" سے نقل کر کے دارالعلوم دیوبند کو بھیجیں اور پوچھا کہ ان سطروں کے لکھنے والے کے بارے میں آنجناب کا شرعی فیصلہ کیا ہے؟

خدا جانے کونسی منحوس گھڑی تھی کہ ان عقل و فہم کے مفتیوں کے دماغ میں جن کے ہزاروں فتوے ملک کے کونے کونے کو علم دین کی روشنی پہنچاتے رہے ہیں۔ اور جن کے علم و فضل کی قسمیں تک کھائی گئی ہیں۔ یہ بات آگئی کہ ہو نہ ہو یہ عبارت مودودی یا ان کے کسی چیلے کی ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ مندرجہ ذیل فتویٰ صادر فرما دیا۔

فتویٰ نمبر ۱۶۱ ۔ الجواب۔

"انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں ان کو مرتکب معاصی سمجھنا (العیاذ باللہ) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز نہیں۔"

فقط واللہ اعلم بسید احمد علی سعید۔ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

جواب صحیح ہے۔ ایسے عقیدے والا کافر ہے۔ جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں۔

مسعود احمد عفا اللہ عنہ

مہر دارالافتاء فی دیوبند۔ الہند

گیا ہے کہ فخر الاماثل محترم و معظم جناب مولوی محمد طیب صاحب نے یہی مضمون طبع کرا اشاعت کے لئے اخبارات کو بھیجا ہے۔ یہ ابھی تک ہماری نظروں سے نہیں گزرا۔ بے شک ان فتوے سے حضرت العلام مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے دامن جمالی پر جو دھبہ افسوس ناک طور پر ڈالا گیا ہے اس کو دھونا صرف حضرت موصوف کا فرض ہے۔ بلکہ ہر اس شخص کا فرض ہے جو حضرت مولانا قاسم کی فضیلت و عظمت سے باخبر ہو۔ اور جو جانتا ہو اس فتوے سے دارالعلوم جیسے معزز ادارے کی ہتک ہوئی ہے اس کی مناسب تلافی کرنے کے لئے حضرت مہتمم صاحب سے زیادہ موزوں اور بہتر کون ہو سکتا ہے؟

تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت مہتمم صاحب تو صرف یہی ذکر کر سکتے ہیں کہ فتویٰ مذکور کی غلطی اور حضرت مولانا قاسم کی عبارت کی صحت و صداقت کو بیش از بیش دلائل سے واضح فرما دیں۔ لیکن یہ چیز فی الحقیقت مناسب تلافی نہیں کرے گی کیونکہ حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاکم بدہن کافر و گمراہ ہونا تو کجا معمولی غلط نویس ہونا بھی نہ تو اس شخص کے نزدیک درست ہے جس نے اپنے مضمون میں مذکورہ فتوے کو نقل کیا ہے نہ ہم ایک منٹ کو بھی یہ تصور کر سکتے ہیں کہ حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ایسی بات نکل سکتی ہے جو قرآن و سنت کے سراسر خلاف ہو۔ مضمون نگار کا اور ہمارا یقینی خیال اور فیصلہ ہے کہ غلطی فتوے دینے والوں کی ہے۔ اور غلطی کے پیچھے علمی نہیں عصبیت کارفرما ہے۔ تب مولانا قاسم صاحب کی عبارت کی توثیق و تصویب تحصیل حاصل سے زیادہ کچھ نہیں۔ بلکہ اس ہی حقیقت اور بھی زیادہ ثابت و صادق ہو جائے گی کہ زاویہ نظر اور نیت اگر صالح نہ ہو تو صحیح سے صحیح تر چیز بھی غلط سے غلط تر نظر آ سکتی ہے۔ نیز یہی نتیجہ ہے جن کے قلم سے مودودی اور جماعت اسلامی کے بارے میں مخالفانہ فتووں کا صدور ہوتا رہا ہے۔ لہذا جتنی بھی مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی تصویب و تصدیق کی جائے گی اتنی ہی اتنی یہ بات مسلم اور محقق ہوتی چلی جائے گی کہ جماعت کے ترکشوں پر سنیے ہوئے سابقہ فتوے غلط در غلط تھے۔ جو شخص یا اشخاص سورج کو سیاہی کا گولہ سمجھ کر الزام اس کے تاریک تر ہونے کا تیقنی [illegible] روشن چیز کے [illegible] حکم دراصل نفس


ماہنامہ تجلّی دیوبند
خاص نمبر
ایڈیٹر۔ عامر عثمانی (فاضل دیوبند)
Annual Rs 7
1/50 N.P

آغازِ سخن

ایک کہانی، ایک حادثہ!

یہ کہاوت جتنی پرانی ہے اتنی ہی درست بھی ہے کہ

"انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے"

کون ہے جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاسکے کہ اسکی پوری فردِ عمل خطا و نسیان کی چھاپ سے خالی ہے۔ آدمی سے خطا ہو اور پر ہو۔ یہ بھی ہے کہ کسی بڑے سے بڑے عالم، فقیہ یا دانشور سے فکر و عمل کی چوک ہو جانا اس کی عظمت کے منافی نہیں ہوا کرتا۔

ہاں آدمی کے کردار و سیرت کی جانچ اس وقت ہوتی ہے جب اسے اس کی خطا سے آگاہ کیا جائے۔ اس وقت جو بھی ردِ عمل اس کی طرف سے ظاہر ہوگا اسکے آئینے میں بالغ نظر حضرات اس کے باطن کے خفی گوشے دیکھ سکیں گے اور فیصلہ کیا جاسکے گا کہ اس کے ضمیر، اس کی صداقت پسندی اور اس کے نفس کا کیا حال ہے۔

ابھی دسمبر ۶۲ء کے آخری عشرے میں یہ حادثہ پیش آچکا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی جناب مولانا مہدی حسن صاحب نے کسی مستفتی کے پیش کردہ استفتاء پر بعض عبارتوں کو کفر و ضلالت کا گنجینہ قرار دیا مگر ان کی قسمت سے یہ عبارتیں نکلیں جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی۔ پھر تو یہی آزمائش کی نازک گھڑی آپہنچی جو آدمی کے جسم سے روح کی کیچلی اتار دیتی ہے اور وہ آئینے کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔

واقعہ مع تفصیل کے اخبارات میں آچکا ہے اور ہند و پاک کے جریدوں میں اس پر متعدد ریمارک بھی ہوئے ہیں۔ خاص طور پر مدیر فاران کراچی نے بہت بسط سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ تمام قارئین تجلی بھی اس داستانِ عبرت سے آگاہ ہی ہوں، لہٰذا ہم استفتاء اور فتویٰ دونوں نقل کرکے اس پر کچھ عرض کریں گے۔ عرض کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اب تک کسی بھی تبصرہ کرنے والے نے بے لاگ انصاف کا حق ادا نہیں کیا۔ ایک اٹھتا ہے وہ مہتمم صاحب کو واحد مجرم قرار دے ڈالتا ہے۔ دوسرا اٹھتا ہے وہ سراسر خالی مفتی صاحب کو ماخوذ کراتا ہے۔ بعض لطیف اور قابل لحاظ گوشے بھی کسی کی توجہ حاصل نہیں کر سکے، حالانکہ ہمارے نزدیک اس قضیے کا عبرت انگیز پہلو یہ نہیں کہ دو بڑی ہستیوں میں سے ایک نے یا دونوں نے کوئی غلطی کی۔ غلطی تو آدمیت کا زیور ہے غلطی سے مبرا ہونے کے دعویداروں کو اپنا شجرۂ نسب فرشتوں سے جوڑ دینا چاہیے۔ عبرت انگیز یہ چیز ہے کہ غلطی کے انکشاف کے بعد متعلقہ حضرات کا کیا ردِ عمل رہا اور یہ ردِ عمل کردار و سیرت کے کن مخفی گوشوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ جن حضرات نے اس قضیۂ نامرضیہ سے متعلق ساری تحریریں پڑھ لی ہوں گی انہیں بھی ان صفحات میں کچھ نئی باتیں اور منفرد زاویے مل جائیں گے انشاءاللہ۔

یہ ہم بتادیں کہ اتنی تاخیر سے کس لئے یہ داستان تجلی میں دی جا رہی ہے جبکہ تجلی کی پچھلی تاریخ اس سکوت و تساہل سے مطابقت نہیں رکھتی۔ بات یہ ہے جب یہ حادثہ فاجعہ پیش آیا تو ہمیں رنج و حزن کے جذبات نے اپنے

گھیرے میں لے لیا۔ ظاہر دلیلیں بھی بجائی جاسکتی تھیں لیکن رسوائی مہتمم کی ہو یا مفتی کی وہ ہماری ہی تو رسوائی ہے ہماری عزت و ذلت کا مدار ہمارے بزرگوں پر ہے۔ دونوں ہی محترم حضرات ہمارے بزرگ تھے۔ رہنما تھے۔ قوم کی اور ملت کے مقتدا تھے۔ ان کی لغزشوں اور بے احتیاطیوں پر گھی کے چراغ جلانا خود اپنی قبر پر چراغاں کرنے کے سوا کیا تھا۔ بھاگے بھاگے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی خدمت میں پہنچے اور رہنمائی چاہی کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں بار بار کی حاضری میں کیا کیا باتیں ہوئیں یہ کہانی تو طویل ہے بس ماحصل یہ سمجھئے کہ فی الوقت سکوت کو اولیٰ قرار دیا گیا۔ "انتظار کرو اور دیکھو" کا موقف اس وقت اس لئے بھی بہتر تھا کہ بعض اکابر کی ملاقاتیں حضرت مفتی صاحب سے جاری تھیں اور نہیں معلوم تھا کہ ـــــ ذرا امید کھانے کا کیا سین!

دوسری طرف مہتمم صاحب ملک سے باہر تھے اور ان سے گفتگو کا حاصل بھی یہی نکلا کہ فوری طور پر کچھ لکھنا قبل از وقت ہوگا۔ اس ڈرامائی ساعت میں اس صورت حال نے اور بھی ڈرامائیت پیدا کر دی تھی کہ باوجود بعض بزرگوں کی تفہیم کے حضرت مفتی صاحب رجوع پر آمادہ نہیں ہو رہے تھے اور ان کی سنگین استقامت سے عاجز آکر دہلی علماء ایک نیا فتویٰ مرتب کرنے کی زمین ہموار کر رہے تھے جس کے ذریعہ حضرت مہتمم صاحب کے دامن سے کفر و زندقہ کی اس سیاہی کو دھویا جائے جو حضرت مفتی صاحب کی لگائی ہوئی تھی۔

ہم کان دبا کر بیٹھ گئے اور فروری کا تجلی اس کہانی سے خالی رہا۔ یہ اعلان انہیں بھی آہی گیا تھا وہ بھی استاذ محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب کی اس اجازت کے بعد ہی آیا تھا کہ اب آپ لکھ سکتے ہیں۔

پھر جو کچھ اب لکھا جارہا ہے یہ بھی اذن کے بعد ہی ہے خود مہتمم صاحب دام ظلہ سے کافی طویل گفتگو کرنے اور ایما لے لینے کے بعد ہی قلم پکڑا گیا ہے۔ اب یہ الگ بات ہے کہ قلم پکڑنے کے بعد ہم ذوات و شخصیات کی نیازمندیوں سے بالاتر ہوکر صرف دین کی لکھنے کے عادی ہیں جس پر ہمارا ضمیر اور

ایمان و دیانت صاد کردیں۔ حق و صداقت ہر شے سے بلند ہیں۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ۔

اب آپ استفتاء ملاحظہ فرمائیں جو ضلع بھاگلپور سے دارالعلوم ہی کے ایک فاضل جناب انیس الرحمان قاسمی نے دارالافتاء کو بھیجا تھا۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ۝ کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے:۔

اقتباس:۔ "یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گذر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم صدیقہ کے سامنے جس شبیہ مبارک اور بشر سوی نے نمایاں ہوکر پھونک ماری وہ شبیہ محمدیؐ تھی۔

اس ثابت شدہ دعویٰ سے بین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس تصرف سے حاملہ ہوئیں۔"

اقتباس:۔ "پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعویدار ایک حد تک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہی ہو۔"

اقتباس:۔ "حضورؐ تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہوکر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہوکر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کئے گئے جس سے ختم نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہوگئی اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ۔"

اقتباس:۔ بہرحال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو

حضورؐ سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاقِ خاتمیت اور مقاماتِ خاتمیت میں بھی خصوصی مشابہت و مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کی بارگاہِ محمدی سے خلقاً خُلقاً رتبتاً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ و بیٹوں میں ہونی چاہئے۔"

براہِ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت و عدم صحت کو ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا "شرعی دعویٰ" کرنے والا اہلسنت والجماعت کے نزدیک کیا ہے؟

المستفتی

الجواب:-

جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں ان کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریف کر رہا ہے، بلکہ درپردہ قرآنی آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرین نے تفاسیر میں تصریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے وہ شبیہِ محمدی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام اور صحابۂ کرامؓ نے کبھی یہ نہ سمجھا بلکہ "مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون) کلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ" فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا (الی قولہ تعالیٰ) وقال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ آیۃ للناس الی آخر الآیات "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"- کے قائل تھے اور اس پر اجماعِ امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوشخبری سنانے آیا تھا۔ شخص مذکور محمد دبے دین ہے، عیسائیت کا قائل کی روح اس کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ وہ اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے عیسیٰ ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے جس کی تردید علیٰ رؤس الاشہاد قرآن عزیز نے کی ہے۔ نیز لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسیٰ بن مریم الحدیث۔ بانگِ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ اقتباسات قرآن و احادیث اور جملہ مفسرین اور اجماعِ امت کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہئے، بلکہ ایسے خیالات والے کا بائیکاٹ کرنا چاہئے جب تک کہ توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند

یہ استفتاء اور جواب روزنامہ دعوت دہلی میں شائع ہوا اور ساتھ ہی بہ عنوان "انکشاف راز" بھی یہ بے نقاب کیا گیا کہ استفتاء کے اقتباسات حضرت مہتمم صاحب کی کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" کے ہیں۔

ویسے ہمارے لئے یہ راز راز نہ تھا کیونکہ یہی استفتاء چند ماہ قبل قاسمی صاحب نے ہمیں بھی بھیجا تھا اور اس میں مہتمم صاحب کے نام کی پردہ داری نہیں کی گئی تھی۔ تجلی میں سی سوال و جواب کی فوری اشاعت یوں بھی آسان نہیں تھی پھر اس استفتاء کے بارے میں ہم نے سوچا کہ خود حضرت مہتمم صاحب سے گفتگو کرنے کے بعد جواب لکھیں۔ مگر ان دنوں موصوف زیادہ تر سفر میں رہے اور جن دنوں دیوبند قیام رہا راقم الحروف باہر چلا گیا۔ اس طرح یہ معاملہ ملتوی ہوا اور ٹلنا بھی فی الحقیقت ایک تقدیری امر تھا۔ تقدیر ساز ہی نے جب یہ طے فرما دیا ہو کہ مفتی مہدی حسن صاحب کا قلم مہتمم صاحب کی تکفیر کرے اور اولوالالباب کے لئے عبرت کا سامان فراہم ہو تو ہمارے قلم سے فوری جواب کیونکر نکل جاتا۔

قدرت کے کھیل نرالے ہیں۔ مشہور کہاوت ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

ابھی زیادہ مدت نہیں گذری کہ مسند افتاء تحقیق کے بغیر فتویٰ دینے کی خراب عادت نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو وادیِ کفر تک پہنچایا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ آئندہ ایسے جاہلانہ فتوے نہ صادر کئے جائیں لیکن عبرت بڑی کم ہی لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ ایسی عظیم درسگاہ کا پاس و احساس کئے بغیر حضرت مفتی صاحب آج بھی بے احتیاطی برت رہے ہیں۔ ایک ایسے فتوے کا الا

نہیں۔ اور بھی کتنے ہی فتوے وقتاً فوقتاً ان کے قلم سے ایسے نکلتے رہتے ہیں جو نہ نکلنے چاہئیں۔ لیکن ان کی زد چونکہ کسی ایسے خطرناک نشانے پر نہیں پڑتی جو اوروں کی راتوں کی نیندیں حرام کردے اس لئے بات بڑھتی نہیں۔

بہرحال استفتاء اور فتویٰ آپ نے پڑھ لیا۔ اب وہ وضاحتی بیان ملاحظہ فرمائیے جو حضرت مہتمم صاحب کی طرف سے اس ہنگامہ خیز حادثہ کے بعد دفتر اہتمام کے انچارج مولوی عبدالحی صاحب نے اخبارات میں شائع کرایا ہے۔

وضاحتی بیان

اخبار دعوت دہلی مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء میں حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے بارے میں غلط فہمی پیدا کرنے والا ایک استفتاء اور فتویٰ شائع ہوا ہے جس کو دیکھ کر ملک کے مختلف حصوں سے استفسارات آنے شروع ہو گئے۔ سوالات چونکہ باختلاف عبارات یکساں تھے اس لئے اس فتوے سے پیدا شدہ غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے درج ذیل جوابات تحریر فرمائے ہیں:۔

(۱) کیا واقعی آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے اور کیا آپ کی ان عبارات کا مطلب بھی یہی ہے جو مستفتی نے آپ کی کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" سے پیش کی ہیں۔

جواب:۔ حاشا ثم حاشا نہ میرا یہ عقیدہ ہے اور نہ میری کسی عبارت کا یہ مفہوم یا اس سے میری مراد ہے، اس بارے میں میرا عقیدہ وہی ہے جو تمام اہل سنت والجماعۃ کا متفق عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلا باپ کے محض مریم عذراء کے بطن سے پیدا ہوئے اور وہ ابن اللہ نہ تھے، ابن مریم تھے۔ نیز ان کے تولد کے بارے میں بھی اپنا وہی عقیدہ ہے جو قرآن حکیم کی روشنی میں تمام اہل سنت والجماعۃ کا سلف سے خلف تک چلا آرہا ہے کہ مریم پاک کے سامنے حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بشر سوی (کامل الخلقۃ) کی صورت میں نمایاں ہوئے۔ ان کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ حاملہ ہو گئیں۔

بطور استنباط ایک علمی لطیفہ کے طور پر اس کتاب میں جو کچھ عرض کیا ہے وہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام مریم صدیقہ کے سامنے ظاہر ہوتے وقت صورت محمدی میں تھے اور بشر سوی اور کامل الخلقت ہیئت شبیہہ محمدیؐ تھی اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شبیہہ محمدیؐ سے ایک تمثالی ابنیت کی نسبت ہو گئی اور ان کے معجزات و کرامات میں جو زیادہ تر صورت سازی، صورت نمائی، صورت آرائی اور صورت زیبائی کی شان پائی جاتی ہے، یہ اسی صورت محمدیؐ کے آثار ہیں جس کی تمثالی نسبت سے مسیح علیہ السلام اپنے بدء خلقت میں مستفید ہوئے۔ ظاہر ہے کہ مریم صدیقہ کے سامنے نہ حضور علیہ السلام جلوہ گر ہوئے نہ آپ کی ذات وہاں موجود تھی۔ موجود تھے تو صرف جبرئیل علیہ السلام جن پر حسب استنباط مذکورہ شبیہہ محمدیؐ چھائی ہوئی تھی تو نہ یہاں کسی واقعی یا حقیقی ابنیت کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ ابوت کا۔ صرف ایک تمثالی اور شباہتی ابنیت سامنے آتی ہے جو نسبت یا انتساب کا درجہ رکھتی ہے نہ کہ نسب کا۔ پس اس پر کچھ شرعی قرائن اور کچھ متقدم علماء کے کلام سے استشہاد کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ کے پیدا ہونے کے عقیدے پر اس تمثالی ابنیت سے جبکہ وہ بدرجہ استنباط بھی ہو نہ کہ بدرجہ عقیدہ کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ وہ عقیدہ اپنی جگہ جو واجب الاعتقاد ہے یہ علمی لطیفہ اپنی جگہ ہے جس کا نہ ماننا ضروری ہے نہ ترک ضروری۔

مسئلہ میں پیچیدگی بظاہر اس سے پیدا ہوئی ہے کہ میں نے شیخ عبدالغنی نابلسی کے کلام کو (جو اہل سنت کے موقف سے کچھ ہٹا ہوا تھا) اس موقف کے قریب کرنے اور باہمی تطبیق دینے کی سعی کی تاکہ ان کا کلام مخالف اہل سنت والجماعت نہ رہے۔ اس میں تعبیری دقت اور نزاکت پیدا ہوئی، مگر یہ کوئی جرم کی بات نہیں کہ کسی بڑے کے کلام کی توجیہ کرکے

اسے سلف کے موقف سے ہٹنے نہ دیا جائے ورنہ اس تمثالی رخنیت کے نکتے اور اس کی عرض کردہ تعبیر نیز اس کی تعبیر میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے اور نہ ہی یہ نکتہ کسی نص کے خلاف ہے بلکہ اسکی تائیدیں اور بھی محققین کے کلاموں میں ملتی ہیں تاہم پھر بھی یہ کوئی اصرار کے قابل بات نہیں اس کا رد اور قبول میرے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

سوال :۔ (۲) کیا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یا بیک وقت دو خاتم مانتے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی کتاب میں خاتم تسلیم کر رہے ہیں۔

جواب :۔ معاذ اللہ یہ دو خاتموں کا عنوان آپ کی اس تحریر سے پیشتر کبھی حاشیۂ خیال میں بھی نہیں گذرا چہ جائیکہ اس غلط تخیل کو کتاب کا موضوع بنا کر پیش کیا جاتا۔ اس کتاب کی کسی عبارت کا نہ یہ مفہوم ہے اور نہ میری مراد ہے نہ عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کو اسرائیلی سلسلے کے پیغمبروں کا خاتم کہا گیا ہے اس سے نہ تو حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے نہ دو متوازی خاتم ثابت ہوتے ہیں۔

حقیقی معنی میں خاتم الانبیاء صرف حضورؐ کی ذات اقدس ہے۔ آپ زمانی خاتم بھی ہیں۔ منصب و مقام کے لحاظ سے بھی خاتم ہیں اور ذات کے لحاظ سے بھی خاتم ہیں۔ اس لئے خاتم النبیین کے لفظ کا جب اطلاق کیا جائیگا تو صرف آپ ہی کی ذات مراد ہوگی جیسا کہ میں نے اپنے ایک رسالہ خاتم النبیین میں اس کو کافی مدلل اور مبرہن طریقہ پر واضح کیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اگر اسرائیلی سلسلے کے خاتم ہیں تو نہ وہ اصطلاحی ختم نبوت ہے کہ ان پر خاتم النبیین کا اطلاق صحیح ہو اور نہ اس سے حضورؐ کی ختم نبوت پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے کہ دو متوازی خاتموں کا سوال کھڑا کیا جائے۔

بہرحال قرآن کریم نے جب ہر قوم اور ہر امت کے لئے ہادی، نذیر اور رسول تسلیم کئے ہیں اور قوموں کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور انتہاء بھی جس سے ان اقوام میں نبوتوں کا آغاز بھی ہوا ہے اور اختتام بھی۔ اسی طرح اس سلسلے کے سلسلے میں سب سے آخری پیغمبر کو اس سلسلے کا خاتم کہہ دیا جائے تو اس سے حقیقی خاتم النبیین کے منصب خاتمیت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ ان کو خاتم کہنا ایک اضافی اور نسبتی بات ہوگی اور حضورؐ کو خاتم کہنا ایک حقیقی اور نفسی بات ہوگی جس سے معاذ اللہ نہ ختم نبوت کے انکار کا شاخسانہ کھڑا ہو سکتا ہے اور نہ دو متوازی خاتموں کا عنوان ہی پیدا کیا جا سکتا ہے

(مولانا) محمد عبد الحق صاحب انچارج دفتر اہتمام
دار العلوم دیوبند یکم شعبان ۱۳۹۲ھ

ٹھیک اسی وقت وہ فتویٰ بھی پریس میں آگیا جس کے بارے میں ہم بتا چکے ہیں کہ مفتی مہدی حسن کے رجوع سے مایوس ہو کر علمائے کرام اس کی تسوید کی فکر میں تھے۔ اس فتوے کے مرتب نائب مفتی مولانا جمیل الرحمان صاحب ہیں اور اس پر مفتی محمود احمد صاحب اور دار العلوم کے تمام شعبہ جات تدریس کے دستخط ثبت کرائے گئے ہیں۔ اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ مہتمم صاحب کی جن عبارتوں پر اعتراض کیا جا رہا ہے وہ اعتراض سے بالاتر ہیں۔

اظہار رائے ہم بعد میں کریں گے۔ ابھی آپ شاندار رجوع بھی ملاحظہ فرمالیں جو اسی جوار بھاٹے کے دور میں مفتی مہدی حسن صاحب کی طرف سے شائع ہوا اور اس کے آتے ہی سمندر کا خروش بظاہر مائل بہ سکون ہو گیا۔

لطف یہ ہے کہ رجوع پر آمادگی ظاہر کئے بغیر حضرت مفتی صاحب ابھی دنوں اپنے وطن چلے گئے تھے اور وہاں سے حضرت مہتمم صاحب کو جو خط لکھا تھا اس میں بھی کم و بیش یہ الفاظ ضرور موجود تھے کہ رجوع مصلحت کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے ذاتیات و شخصیات متاثر ہوتی ہیں۔

اس کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے کیا پیش آیا اور کس نے مفتی صاحب کے قلب میں رجوع کا خیال ڈال دیا کہ چند ہی روز بعد الجمعیۃ (بابت ۱۱ر جنوری ۱۹۷۳ء) میں مندرجہ ذیل اطلاع خود مفتی صاحب کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

نقل مطابق اصل
ملاحظہ ہو:۔

اطلاع عام

جمادی الاول ۸۲ھ کو مولوی انیس الرحمن قاسمی ساکن ضلع بھاگلپور نے بغیر کسی نام کتاب کے چند اقتباسات پیش کرتے ہوئے سوال کیا تھا کہ یہ چار اقتباسات اہل سنت و الجماعت کے مسلک کے مطابق ہیں یا نہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب دیا جائے۔ سائل کی ایمانداری اور دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس کتاب کے اقتباسات پیش کئے گئے صاحب کتاب سے خود براہ راست مراد و مقصود کو متعین کر لیتے کہ ان عبارتوں کا کیا مطلب ہے۔ اہل سنت کے مسلک اور ظاہر قرآن و حدیث کے مخالف تو نہیں ہے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ کتاب و مصنف دونوں کا نام چھپا کر سوال کی صورت میں اقتباسات پیش کئے گئے۔ اقتباسات اپنی ظاہری صورت و عبارت کے لحاظ سے ظاہر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور مسلک اہل سنت کے خلاف معلوم ہونے پر ۲۰ شوال ۸۲ھ کو اس کا جواب لکھا گیا اور روانہ ہو گیا۔ اس جواب کے پہنچنے کے بعد بھی سائل کے ذمہ ضروری تھا کہ صاحب کتاب سے دیانت داری کے ساتھ مقصود و مراد کی وضاحت کر لیتے لیکن یہ صورت بھی نہ ہوئی بلکہ ہنگامہ اور فتنہ برپا کرنے کے لئے سوال و جواب کو اخبار دعوت دہلی مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۲ء میں شائع کرا دیا۔ جواب کے لکھنے کے وقت تک مجھے کتاب کے نام اور صاحب تالیف کسی کا علم نہ تھا کہ یہ اقتباس کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" کے ہیں جو کہ حکیم الاسلام حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کی تصنیف ہے۔ اخبار دعوت دیکھنے کے بعد علم ہوا اور کتاب کا مطالعہ کیا۔ جواب صرف ناسمجھی کتب خیال کے مولوی انیس الرحمن صاحب کے اعتماد پر لکھا گیا تھا۔ اخبار دعوت میں اشاعت کے بعد علم ہوا کہ مقصود حقانیت نہ تھی عوام کے ذہنوں کو پریشان کرنا اور کسی قلبی مضمر شے کا بخار نکالنا تھا ورنہ اشاعت نہ کی جاتی اور مؤلف مدظلہ سے تحقیق کر لی جاتی۔ اب جبکہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہم نے اپنے وضاحتی بیان میں اقتباسات کے متعلق توضیح و تشریح فرما دی اور مقصود کو ظاہر فرما دیا جو اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۹ شعبان میں شائع ہو چکا ہے اس کی روشنی میں جواب کا حکم ان اقتباسات کتاب اور صاحب کتاب پر عائد نہیں ہوتا۔ اس بیان کی روشنی میں میں اپنے جواب سے رجوع کرتا ہوں کہ یہ جواب اس وضاحت بیان کے بعد کالعدم ہے اطلاع عوام کے لئے یہ تحریر لکھ دی تاکہ فتنہ اور ہنگامہ پیدا نہ ہو۔ اسلامی جماعت کے ارکان کے ایمان و دیانت کا مقتضی یہ نہیں ہے جو اس قسم کے سوال میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اس سے کئی سال قبل بھی گمنام اقتباس نقل کر کے جواب حاصل کیا گیا تھا۔ سائل کی ایمانداری یہ چاہتی ہے کہ اپنے آپ کو اور کتاب و مؤلف کو ظاہر کرے کہ میں کون ہوں اور کیوں سوال کر رہا ہوں اور کتاب کا نام کیا ہے تاکہ اس کے سیاق و سباق کو دیکھا جائے تاکہ مقصود واضح ہو۔ الحاصل جواب سے میں نے رجوع کر لیا ہے۔ وضاحت کے بعد جواب کا وہ حکم اقتباسات پر عائد نہیں ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

سید مہدی حسن (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)

یہ ہوا اس ڈرامے کا ڈراپ سین اور اب ہم اس کے مالہٗ و ماعلیہ پر اپنے خیالات ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

سب سے پہلے غور طلب یہ ہے کہ مہتمم صاحب کی جن عبارتوں پر مفتی صاحب نے اندھیرے میں فتویٰ لگایا ہے ان کی حیثیت فی نفسہٖ ہے کیا؟ کیا وہ واقعی ایسی ہیں کہ ان پر بے دھڑک کفر و الحاد کا فتویٰ لگا دینا چاہئے یا مفتی صاحب نے حد اعتدال سے تجاوز کیا ہے؟

ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ مہتمم صاحب کا پیش کردہ نکتہ اگرچہ کئی اعتبار سے لائق گرفت ہے لیکن ایسا بھی نہیں کہ اسے شد و مد کے ساتھ کفر و الحاد کا گنجینہ قرار دیا جائے اور ایسی شدید ضرب لگائی جائے جیسی مفتی صاحب نے لگائی ہے۔ مہتمم صاحب نے اپنے وضاحتی بیان میں جو کچھ کہا ہے اس کے بغیر بھی خود ان اقتباسات ہی سے جن پر فتویٰ دیا گیا ہے یہ بات ظاہر تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کی ابنیت بطور

تمثال و تشبیہ بیان کی جارہی ہے اور یہ بھی کہ باپ اللہ کو نہیں بلکہ ایک انسان کو بنایا جارہا ہے جو اگرچہ سب سے بڑا پیغمبر ہے مگر بہر نوع بشر ہی ہے اور کسی بیٹے کا باپ بننے کی صلاحیت اس میں موجود ہے۔ بڑی سے بڑی بات جو ان اقتباسات کے بارے میں کہی جاسکتی تھی یہ تھی کہ ان کا مصنف خیالات کی تاریک وادیوں میں بھٹک گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ بہت سے قارئین کو بھی بھٹکا دے گا۔ اس سے بھی زیادہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ ایسے نکات قابلِ رد ہیں، گمراہ کن ہیں، جرم و گناہ ہیں۔

الفاظ کچھ بھی ہوتے اور کتنا ہی غصہ مفتی صاحب ظاہر فرماتے لیکن مسلمان پر کفر و الحاد کا فتویٰ آخری فتویٰ ہے۔ عدالت کسی قتل کے ملزم کو پھانسی کی سزا اسی وقت دیتی ہے جب ثبوت و شہادت شبہ سے بالاتر ہو اور کوئی گنجائش بری کرنے کی باقی نہ رہ جائے۔ ذرا سی بھی خامی رہ جانے پر وہ نسبتاً ہلکی سزا پر اکتفا کرتی ہے کیونکہ پھانسی کی سزا تو آخری سزا ہے جسے وثوق و یقین ہی کی حالت میں نافذ کیا جاسکتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح مفتی صاحب کو توازن، تعدیل اور حقیقت پسندی سے کام لینا چاہیے تھا۔

ویسے یہ ہمیں یقین ہے کہ فتوے کے پیچھے دین کی محبت اور کفر و الحاد کی نفرت ہی کارفرما ہے مفتی صاحب نے سمجھا کہ ہو نہ ہو یہ عبارتیں کسی سٹھیائے ہوئے بدعتی یا قادیانی کی ہوں گی۔ کج فکر اور شیطان زدہ لوگ آج جیسی جیسی فتنہ سامانیاں کر رہے ہیں ان کا تقاضا یہی ہے کہ باطل و نا سند عادی اور موہوم نکات کی سختی سے تردید و توبیخ کی جائے۔ مفتی صاحب کا جوش اور غصہ خالص نفسانیت کا پیدا کردہ نہیں بلکہ اصلاً وہ جذبۂ حق پرستی ہی سے جڑا ہوا تھا مگر صرف جذبہ اور جوش ہی دنیا میں سب کچھ نہیں اس کے ساتھ بردباری تفکر، توازن اور دور اندیشی بھی ہونی چاہیے۔ مفتی صاحب نے اگر مستفتی سے صاحب اقتباس اور کتاب وغیرہ کا حال دریافت کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا جب بھی ٹھنڈے دل و دماغ سے اقتباسات کے ایک ایک لفظ پر غور کرنا اور یہ دیکھنا ضروری تھا کہ جرم کس درجے کا ہے۔ جرم چوری بھی ہے اور قتل بھی لیکن ظاہر ہے کہ جو حاکم جوش میں آکر چور کو پھانسی کا فیصلہ سنا دے گا وہ ظالم و خاطی ہی سمجھا جائے گا۔ سزا جرم کے مطابق ہونی چاہیے۔ کفر کا فتویٰ بے دریغ صادر کر دینا حالانکہ اقتباسات میں کفر صریح موجود نہیں، اشتعالی کا شاہکار ہے۔ گمراہ کن باتوں پر جوش میں آجانا بجا لیکن دین کی محبت کے ساتھ باطل کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں بھی شریک کار ہو جائیں تو خیر سے زیادہ شر کو فروغ ملا۔ حضرت مفتی صاحب بظاہر بڑی مؤثر شخصیت کے مالک ہیں انھیں دیکھ کر جنید و شبلی کا دھوکا کھایا جا سکتا ہے لیکن تقویٰ کی بزرگی شکل و صورت اور لباس و وضع کا جزو لازم نہیں ہے۔ ہم تو گوشوں کی نشاندہی کریں گے جن سے یہ اندازہ کیا جاسکے گا کہ ممدوح کے اخلاقِ عالیہ کن منازل میں ہیں۔

اولاً ہمیں مہتمم صاحب کی خدمت میں عرض کرنا ہے کہ جناب کا زیر بحث لطیفہ بلا شبہ کفر و الحاد نہیں ہے مگر ایسا بے ضرر اور پاکیزہ بھی نہیں ہے کہ اس کی مغالطہ انگیزی کا اتنا ہنگامہ خیز مظاہرہ سامنے آجانے کے بعد بھی آپ اس کی اباحت پر اصرار کئے جائیں۔

علمی پہلو سے اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ اپنے اعتراف ہی کے مطابق بیان تو فقط ایک لطیفہ کر رہے ہیں مگر بیچ میں لے آئے ہیں شریعت کو اور بات یہی ہے حاصل نماز میں کہ لطیفے اور عقیدے کے مابین کوئی واضح امتیاز باقی نہیں رہ گیا ہے۔

متقدمین سلف کی عظمت اپنی جگہ مسلّم لیکن کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ ان کی ضخیم تفسیروں میں فضل و قوت کے ساتھ کوڑا کباڑ بھی ہے اور علوم و معارف کے پہلو بہ پہلو خامیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی سخن سنجیوں کو میزانِ تنقید میں تولے بغیر سینے سے لگا لینا کم سے کم آپ جیسے علم و فضل والے کے شایانِ شان نہیں ہے آپ کی روشن فکری سے امت بے غبار اجالوں کی امید رکھتی ہے۔

مفسرین کی طرح صوفیا بھی تصور فکر سے بالاتر نہیں ہیں۔
شیخ عبدالغنی نابلسی اگر ایک شوشہ چھوڑ گئے ہیں تو کیا ضروری ہے کہ آپ جیسا معقولیت پسند اسے سلیقے میں ڈھالنے کی سعی فرمائے۔

آپ کے لطیفے کی بنیاد اس پر ہے کہ حضرت جبرئیلؑ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں آتے تھے۔ ہم عرض کرتے ہیں یہ بنیاد ہی مضبوط نہیں۔ درجۂ یقین تک پہنچانے والی کوئی دلیل اس پر نہیں پائی جاتی۔ پھر مان لیں کہ ایسا ہوا بھی تھا تو جب یہ معلوم ہے کہ ہمارے حضورؐ کی خدمت میں جبرئیلؑ دحیہ کلبیؓ کی شکل میں متعدد بار آئے ہیں۔ یہ تشکل اگر لطائف کے استنباط کے لئے موزوں ہو سکتا ہے تو کیا اسلاف میں سے کسی مستند عالم و شیخ نے ایسا ہی کوئی نکتہ دحیہ کلبیؓ اور حضورؐ کی نسبت کے بارے میں بھی پیدا کیا ہے؟ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ چونکہ جبرئیلؑ دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آتے اس لئے دحیہ کلبیؓ حضورؐ کے تمثیلی استاد ہیں، یا ان کے بشری وجود کو ملکوتیت سے کوئی تمثیلی رابطہ ہے؟

چلئے علم کی حد تک کسی نے یہ نکتہ نہیں پیدا کیا پھر حضرت عیسیٰ کے سلسلے میں اس کی کیسے گنجائش نکل سکتی ہے؟
علاوہ ازیں یہ عجیب بات ہے کہ جبرئیلؑ حضورؐ کی شکل میں آئے تو اس چند لمحے کے تشکل کو تو آپ نے حضورؐ کے لئے تمثالی والدیت کے لئے کافی سمجھ لیا لیکن جو جبرئیلؑ پھونک مار رہے تھے انھیں والد قرار نہیں دیا، حالانکہ منطق تو یہ کہتی ہے کہ تمثالی والدیت جبرئیلؑ میں نسبتاً زیادہ پائی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر زید کو لیجئے جس نے بکر کا بھیس بدل کر طلحہ کے گولی مار دی۔ تو کیا یہ کہنا مضحکہ خیز نہ ہوگا کہ تمثالی قاتل بکر ہے اور زید تو قاتل ہی نہیں ہے کیونکہ اس نے بکر کا میک اپ کر رکھا تھا۔ ظاہر ہے اگر آپ کسی حیثیت اور رعایت سے بکر کو بھی قاتل قرار دینے لگیں گے تو یہ بہرحال ضروری ہوگا کہ اصل قاتل زید ہی کو مانیں۔
آپ کا کتابچہ بتاتا ہے کہ جبرئیلؑ کے پھونک مارنے کے عمل کو آپ بمنزلۂ مباشرت قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ اسی
کتاب میں آپ نے صراحتہً یہ الفاظ لکھے بھی ہیں کہ پھونک گویا بمنزلۂ نطفہ کے ہے۔ ہم نہیں جانتے حضرت مریمؑ جیسی عفیفہ کے سلسلے میں جن کی پاکدامنی پر قرآن گواہی دے رہا ہے اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا آپ کے دل نے کیسے گوارا کر لیا، حالانکہ وجدان اس پر تلملا اٹھتا ہے۔ مانا کہ آپ تشبیہ و تمثیل کی کر رہے ہیں مگر الفاظ کی ظاہر شکل بھی اپنا ایک اثر رکھتی ہے۔ ہر شخص بہت آسانی سے بتا دیتا ہے کہ میں فلاں ماں باپ کا بیٹا ہوں لیکن یہ وہ کبھی نہ کہے گا کہ میں فلاں مرد و زن کی صحبت کا نتیجہ ہوں۔ حالانکہ معنوی فرق دونوں باتوں میں قطعاً نہیں، لیکن الفاظ بدلے ہوئے ہیں۔ کچھ ایسا ہی معاملہ آنجناب کے کتابچے کا ہے کہ اگرچہ نفس تمثیل و تشبیہ پر ہے مگر الفاظ جنسیت کا رنگ لئے ہوئے ہیں جو حضرت مریمؑ جیسی عفیفہ کے ذکر و بیان میں ذوقِ سلیم پر نہایت گراں گذرتے ہیں۔

علاوہ ازیں جبرئیلؑ کا حضورؐ کی شکل میں آنا تو ولادتِ عیسیٰؑ کے ساتھ اسی طرح کوئی ربط نہیں رکھتا جس طرح جبرئیلؑ کا دحیہ کلبیؓ کی شکل میں آنا ملکوتیت یا منطقی سے کوئی ربط نہیں رکھتا مگر پھونک مارنا بہرحال ربط رکھتا ہے لہٰذا اول درجے کا تمثالی باپ جبرئیلؑ کو قرار دیجئے پھر کہیں حضورؐ تک نوبت پہنچے گی۔ بلکہ شاید پہنچے ہی گی نہیں، کیونکہ ایک بچے کے دو باپ تو شاید کوئی بھی پسند نہ کرے گا۔

یہ بات بھی نظر انداز نہ فرمائیے کہ قرآن نے بشرًا سویًا کے الفاظ فرمائے ہیں یعنی حضرت جبرائیلؑ ایک ایسے بشر کی شکل میں آئے جو جسمانی عیوب سے پاک تھا۔ زیادہ سے زیادہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر کے مطابق یوں کہہ لیجئے کہ خوبرو انسان کی شکل میں آئے۔ اگر فرض کر لیں کہ وہ شکل محمدیؐ ہی تھی تب بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسے غیر معمولی اہمیت دیکر نکات کی راہ ہموار کرنا درست نہیں ہے ورنہ جو بھی اہمیت ہوتی تو قرآن خود بتا دیتا کہ جبرائیلؑ محمدؐ کی شکل میں آئے۔ نہ بتانا دلالت کرتا ہے کہ تشخص بے ضرورت ہے۔ اگر تمثالی ابنیت عنداللہ بھی

کوئی چیز ہوتی تو اس کی طرف لطیف اشارہ کرنے کیلئے قرآن بجائے بنی سومی کے حضور ؐ کا نام لے دیتا۔ آخر کیوں ایسے نکتے نکالے جائیں جو خدائے تعالیٰ کی حکمت و بلاغت سے متصادم ہوں اور ثمرہ تحصیل حاصل کے سوا کچھ نہ ملے۔ ہماری ناقص رائے میں جن بزرگوں نے حضور ؐ کی تعظیم و تفضیل میں کمزور روایات پر اعتماد کیا ہے اور سورج کو روشن ثابت کرنے کے لئے خیالی بلند پروازیوں سے کام لیا ہے انھوں نے دین کو فائدے سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ مولانا جامی کی شواهد النبوت اس کی نمایاں مثال ہے۔ کسی پڑھے لکھے نوجوان کو اسے پڑھوا دیجئے علمائے سلف کی بصیرت اور روایات کی تقدیس سے اس کا اعتماد اُٹھ جائے گا۔ ہمارا یہ دور تو خاص طور پر اس کا متقاضی ہے کہ روایت پرستی اور نکتہ سنجی میں ویسی ہی احتیاط ملحوظ رکھی جائے جیسی وبا کے زمانے میں بعض حلال و طیب غذاؤں اور پھلوں کے استعمال میں رکھی جاتی ہے۔

یہ علمی و منطقی رُخ ہوا۔ اثرات و نتائج کے اعتبار سے دیکھئے تب بھی اس نکتے کا فائدہ نقصان سے کم ہے۔ اس نکتے سے حضور ؐ کی عظمت وہی لوگ مانیں گے جو پہلے ہی سے انھیں عظیم مان رہے ہیں لیکن گمراہی ان سادہ لوحوں کے حصے میں آئے گی جو قرآن کی صریح و محکم اطلاع پر نہایت سادگی اور اطمینان کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کا مولود سمجھ رہے تھے۔ ان کی سادگی اور اطمینان میں اس لطیفے سے جونک لگ سکتی ہے۔ گویا فائدے کی شکل تو تحصیل حاصل کے سوا کچھ نہیں مگر نقصان کی شکل میں ذہنی فساد با کل نقد ہے۔

— صاحب [illegible] نے بجا طور پر اشارہ کیا ہے کہ نکتہ سنجی پر اسلاف [illegible] مبتدعین اور مشرکوں تک کے لئے کمک فراہم کرتا ہے۔ باطنیوں نے بھی تو ظلی اور بروزی سوت کے کچے نکال کر کفر و ارتداد کا آئینہ خانہ تعمیر کیا۔ مسئلہ والدیت اور مسیحی امیت اگر کوئی نئے ہے تو ثبوت

کے ظلی اور بروزی اور ذیلی ہونے میں کیا اشکال باقی رہ جاتا ہے۔

حاصل یہ کہ یہ نکتہ کسی طرح اس لائق نہیں ہے کہ حضرت مہتمم جیسا معقولیت پسند اور فہیم و ذکی عالم اس پر جمے۔ ہم با ادب مشورہ پیش کرتے ہیں کہ کتاب کے اگلے ایڈیشن سے اسے خارج کر دیا جائے۔ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ یہ مشورہ ضرور قبول کیا جائے گا۔ والعاقبۃ للامور۔

اب ذرا مفتی صاحب کے احوال پر نظر کی جائے۔ فتویٰ انھوں نے جو کچھ دیا اس کے حرف غلط ہونے کا تو ابھی ہم اعلان کر چکے۔ مزید خامی اس کی یہ ہے کہ زبان فتوے کی استعمال نہیں کی گئی۔ کفر صریح پر تو غیر معمولی غیظ و غضب سمجھ میں آتا ہے مگر محض سمجھنے سے کسی عبارت کو بدترین ملحدانہ مقاصد منسوب کر کے شعلے اگلنا فہم سے بالاتر ہے۔ مغلوب النفسی اور منصب افتاء میں کوئی ربط نہیں۔ مفتی کو ایک جج کی طرح جذبات سے بلند ہو کر شریعت کے احکام بیان کرنے چاہئیں۔ اسے اٹکل اور اندازے کے سہارے آگ برسانا زیب نہیں دیتا۔

خیر فتویٰ تو جیسا تھا تھا۔ کمال رجوع میں کیا گیا ہے؟ ایک بھونڈی سی کہاوت ہے کہ "کمہار پر تو بس نہ چلا گدھے کے کان اینٹھ دیئے" اس کی بہترین مثال یہ رجوع ہے کھلی بات ہے کہ رجوع صرف اور صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ بدقسمتی سے نشانہ وہ مہتمم صاحب بن گئے جن کے زیر اہتمام چلنے والی درسگاہ میں مفتی صاحب برسر روزگار ہیں۔ اسکے سوا کوئی معقول بنائے رجوع کی موجود نہیں کیونکہ مہتمم صاحب نے اپنی توضیحات میں اپنے نکتے کو جوں کا توں رکھا ہے اور اسی خیال پر زور دیا ہے جو مفتی صاحب کی دانست میں پرلے سرے کا کفر و الحاد تھا۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ اقتباسات میں کوئی ابہام رہا ہو جو توضیح کے بعد دور ہو گیا ہو۔ اقتباسات صراحۃً بتا رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین دعوی حقیقی ابیت و والدیت کا نہیں کیا جا رہا ہے

بلکہ بات تمثیل و تشبیہ کی ہے۔ توضیح میں مہتمم صاحب نے اسی کو کھول کر بیان کر دیا۔ پھر کیا گنجائش تھی کہ مفتی صاحب کا مزعومہ کفر دالحاد اسلام سے بدل جاتا۔ ادنیٰ ریب کے بغیر واضح ہے کہ رجوع کا تعلق جذبۂ حق پرستی سے قطعاً نہیں۔ تاہم اتنے بڑے صاحب منصب سے بجا طور پر توقع کی جاسکتی تھی کہ جو قصور سرزد ہو چکا ہے اس کی لیپا پوتی میں وہ دانشوروں جیسی ہنرمندی کا ثبوت دیں گے اور اپنی کمزوری پر خوبصورت سا غلاف چڑھا سکیں گے مگر دا حسرتا کہ رجوع اتنا بدنمایش فرمایا جس پر معمولی علم و عقل کے لوگ بھی مطمئن نہ ہوسکیں گے اور موصوف کی دیانت و تقویٰ کے بارے میں بہت بُری رائے قائم کی جائے گی۔

لطیفہ دیکھئے کہ رجوع میں سائل کی دیانت کا ماتم فرما رہے ہیں۔ پھر یہ بھی درس دیا جارہا ہے کہ وہ بجائے مفتی صاحب سے پوچھنے کے خود صاحب کتاب سے مقصود معین کراتا۔ کوئی پوچھے یہ فرائض فتویٰ پوچھنے والوں ہی کے ذمے ہیں تو حضرت مفتی صاحب کس بات کی تنخواہ پا رہے ہیں؟

مزید لطیفہ یہ کہ مفتی صاحب کی فہمائش کے مطابق ان کا گرما گرم فتویٰ مل جانے کے بعد بھی سائل کے لئے ضروری تھا کہ صاحب کتاب سے دیانتداری کے ساتھ مقصود و مراد کی وضاحت طلب کرتا:

کیسی مضحکہ خیز باتیں ہیں جو اتنا بڑا مفتی کر گذرا ہے بھلی بات ہے کہ ان نصیحتوں کے کوئی معنی اس وقت تو متصور ہو سکتے تھے جب مہتمم صاحب کی وضاحت کردہ مراد اقتباسات والی مراد سے مختلف ہوتی لیکن جب بداہۃً ایسا نہیں ہے تو آخر کونسی وہ مخفی مراد ہے جسے مفتی صاحب کا فتویٰ پالینے کے بعد بھی سائل مہتمم صاحب سے پوچھنے کی زحمت اٹھاتا۔

اور سائل بیچارا تو مفتی صاحب کے خیال میں سارے ہفت خواں طے کرنے کا ذمہ دار تھا مگر خود موصوف کا فریضہ اس سے زائد کچھ نہیں تھا کہ استفتاء پڑھیں اور فتوے دے ڈالیں حالانکہ ایک ٹھوکر پہلے کھا بھی چکے ہیں اور اس کا اجمالی تذکرہ خیر سے اس رجوع میں بھی موجود ہے۔

حق یہ ہے کہ جس لاپروائی اور جلد بازی کا ارتکاب خود موصوف سے ہوا ہے اس کا بارِ گناہ وہ خواہ مخواہ سائل کے سر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ عمل ایسے لوگوں کا نہیں ہو سکتا جن کا ضمیر زندہ، دل بیدار اور روح عدل و دیانت کی گرویدہ ہو۔

اور سنئے۔ سائل دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ انھوں نے کبھی نہیں کہا کہ میں جماعت اسلامی کا ممبر ہوں۔ بس یہ قصور تو ان کا ہے کہ مفتی صاحب کا کارنامہ جماعت اسلامی کے اخبار دعوت میں چھپنے بھیجدیا۔ اسی سے مفتی صاحب نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ وہ جماعت اسلامی کے رکن ہیں۔ جماعت اسلامی سے موصوف کی کد کوئی راز نہیں۔ وہ بڑے شوق سے یہ فتویٰ دیا کرتے ہیں کہ جماعت اسلامی والوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ خیر چلئے جماعت اسلامی والوں کے لئے تو جنت کے سب دروازے بند سہی لیکن سوال تو یہ ہے کہ کیا اخلاقی اصول بھی جماعت اسلامی والوں کے لئے کسی نئے قرآن و حدیث سے اخذ کئے جانے چاہئیں؟ اگر نہیں تو پھر ایسے بے ایمانی کون کہے گا کہ ایک شخص مصنف کا نام بتائے بغیر کچھ اقتباسات من و عن پیش کر دیتا ہے اور اتنی تفصیل سے پیش کرتا ہے کہ مصنف کی مراد پورے طور پر واضح ہو جائے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ سائل کو اس کی مردم شناسی کی داد ملنی چاہئے تھی۔ سائل نے اندازہ لگایا تھا کہ اس وقت جو بزرگ دارالعلوم کی مسندِ افتاء کے صدر نشین ہیں وہ چہرے دیکھ کر فتوے دینے والوں میں ہیں۔ اور یہ بھی اندازہ لگایا تھا کہ ایک بار ٹھوکر کھا چکنے کے بعد بھی ان کی جلد بازی رنگ لا کر رہے گی۔ وہی ہوا۔ مفتی صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور لگا دی ملی آشتی کے خیمے میں آگ۔ اب اپنی غفلت اور جلد بازی کا تھپا غریب سائل پر نکال رہے ہیں۔ کوئی انصاف کرے کہ جس عدالت میں ملزم کا حسب نسب اور چہرہ مہرہ دیکھ کر فیصلے دیئے جاتے ہوں وہاں کسی ملزم کو برقعہ پہنا کر لے جانے والا بے ایمان کہلائے گا یا قابل رحم؟ سائل جانتا تھا کہ مہتمم صاحب کا نام اگر اس نے لکھ دیا تو مفتی صاحب فتویٰ دینے کے عوض قصیدہ مدحیہ لکھ بھیجیں گے

"المفصّل رجوع" قارئین کے سامنے ہے۔ اس کا بین السطور قطعی طور پر اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ چونکہ عبارتیں مہتمم صاحب کی نکلیں اس لئے سجدۂ سہو کر لیا گیا۔ معاملہ کسی اور کا ہوتا تو مفتی صاحب کے کانوں پر جوں تک نہ رینگتی۔ کاش موصوف مولانا اشرف علیؒ جیسے بزرگوں کی روش اختیار کرتے کہ جب بھی اپنے کسی قصور سے مطلع ہوتے بلا تکلف اعلان فرما دیا کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ انانیت کے ایچ پیچ مشیخت کی ادائیں اور مصنوعی وقار کی ملمع سازی ان میں نہ تھی۔ مفتی صاحب کو بس اتنا ہی اعلان کر دینا تھا کہ بھائیو! مجھ سے بھول ہوئی۔ میں نے سمجھا تھا کہ یہ باتیں کوئی ایسا ویسا آدمی کر رہا ہے۔ مگر یہ تو حضرت مہتمم صاحب کی نکلیں لہٰذا فتویٰ جھوٹا اور رجوع برحق۔ اس پر کچھ لوگ یہ تو کہہ سکتے تھے کہ مفتی صاحب نے بزدلی دکھائی۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ان کے جذبۂ عدل کا ورق بالکل کورا ہے۔ بزدلی کا الزام اتنا بھیانک نہیں کہ زہد و تقویٰ کی بالکل ہی نفی کر دے۔ بلکہ اس پر ترس بھی کھایا جا سکتا تھا لیکن بحالت موجودہ یہ الزام بھی قائم اور ترس کی بھی کوئی گنجائش نہیں کہ اپنے قصور کو دوسروں کے سر منڈھنے والے ظالموں پر کسی کو رحم نہیں آتا۔

آیئے کچھ ذکر جمیل اس اضطراری فتوے کا بھی ہو جائے جو بڑے مفتی صاحب کے رجوع سے قبل اکابر اساتذہ نے اپنے دستخطوں سے مرتب کر کے نکالا ہے۔ اسے نقل ہم اسلئے نہیں کرتے کہ جگہ برباد ہوگی۔ اس کے مرتب نائب مفتی جناب جمیل الرحمن صاحب ہیں جو بڑے سنجیدہ اور فہیم بزرگ ہیں۔ ان سے ہماری خاصی رسم و راہ ہے اور وقت بے وقت ہم ان سے بعض مسائل میں بھی رہنمائی حاصل کرنے سے نہیں چوکتے۔ ایسی صورت میں اگر ہم برملا یہ کہہ دیں کہ اس فتوے کی ترتیب میں انھوں نے مکھی پر مکھی مارنے کے سوا کچھ نہیں کیا ہے تو اسے شاید طوطا چشمی اور محسن کشی جیسے خطاب کا مستحق قرار دیا جائے گا بلکہ نمک حرامی بھی کہا جا سکتا ہے اگر چائے کا نمک حلال و حرام کے دائرے میں آ سکتا ہو۔

لیکن اپنے اس قلم کے ہاتھوں ہم بھی مجبور ہیں جو آفتاب تو ناموں اور چہروں کا لحاظ کئے بغیر عدل و صداقت ہی کے خط استوا پر گردش کرتا ہے۔

ہمارے کرم فرما نائب مفتی صاحب اس اعتبار سے داد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے امتثال امر میں چول سے چول بٹھائی ہے۔ لیکن اتنی چوک ان سے بہر حال ہوئی کہ بس ایک ہی رُخ پر ڈھل گئے۔ حالانکہ فتویٰ کفر کی بجا تردید کرتے ہوئے وہ یہ بات بھی ادب کے ساتھ لکھ سکتے تھے کہ ایسے نکات ذرا خطرناک ضرور ہیں انھیں طاق نسیاں ہی پر رکھ دیا جائے تو دین و ملت کے حق میں بہتر ہوگا۔

تعجب اس پر ہوتا ہے کہ انچارج صاحب کے بقول اکابر اساتذہ نے دستخط پورے فکر و غور کے بعد کئے ہیں مگر یہ سامنے کی بات انھیں بھی محسوس نہ ہو سکی کہ مہتمم صاحب کے اقتباسات کو قطعاً بے غبار اور بے خطر بتلانے کی صورت میں اس فتوے کی حیثیت ڈرامے سے زیادہ کچھ نہ رہے گی۔ لوگ اب اتنے سادہ لوح نہیں رہے کہ سچائی اور ناٹک میں تمیز نہ کر سکیں۔ پھر قہر یہ ہے کہ سائل کو مطعون کرنے کی جو روش بڑے مفتی صاحب نے اختیار فرمائی تھی وہ بفرق مراتب اس "اجتماعی" فتوے میں بھی موجود ہے۔ گویا دنیا کو یقین کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ بے لاگ انصاف کرنے والا دارالعلوم کے احاطے میں اب کوئی باقی نہیں۔

نور علیٰ نور یہ ہے کہ انچارج صاحب نے اپنے نوٹ میں یہ الفاظ بھی رقم کئے ہیں:-

"ہمیں امید ہے کہ متعلقہ حلقوں کی غلط فہمی اس فتوے کی اشاعت کے بعد دور ہو جائے گی۔"

(الجمعیۃ ۲۱ جنوری ۶۳ء)

گویا جن بڑے مفتی صاحب کے غیر محتاط اور عاجلانہ فتوے نے دیگر غلط فہمیوں کی تخم ریزی کی ہے ان سے تو علمائے کرام کو کوئی تعرض نہیں۔ ان کی ستم ظریفی کی طرف اشارہ بھی اس اضطراری فتوے میں نہیں پایا جاتا مگر روئے سخن ہے ان غریب عوام کی طرف جو ستم ظریفی کا شکار ہوگئے ہیں

ـ ایسا ہی ہے جیسے ججوں کی ایک ٹیم قاتل کو تو نظر انداز کر دے مگر مقتولوں کو اپنی مسیحائی کا قائل کرنے کیلئے قبرستان میں وعظ فرمائے۔

قابل ذکر ایک اور شوشہ بھی ہے جو اگرچہ غیر متعلق سا ہے مگر ہمارے میر سے کردار کا ایک گوشہ اس سے بھی روشنی میں آتا ہے۔ وہ یہ کہ اس شاندار اجتماعی فتوے کا نوٹ لکھ کر محترم انچارج صاحب نے اپنے نام نامی کے ساتھ "مولنا" بھی رقم فرمایا ہے۔ بظاہر تو یہ برکٹ (خطوط وحدانی) میں ہے جس سے دیکھنے والا یہ قیاس کرے گا کہ یہ لفظ اخبار والوں نے اپنے طور پر چڑھا دیا ہے مگر پیوست کنندہ حقیقت اسکے سوا کچھ نہیں کہ اس کی نوعیت "بقلم خود" ہی کی ہے۔

فرض کیجئے آپ بغیر ثبوت کے یہ ماننے کو تیار نہ ہوں کہ عامر عثمانی صحیح کہتا ہے پھر بھی یہ تو آپ کو ماننا ہی پڑیگا کہ اس کی ذمہ داری لازماً علماء ہی پر ہے۔ الجمعیۃ علماء کا آرگن ہے۔ اس کے دفتر میں یا دارالعلوم کی چاردیواری میں جس نے بھی اس لفظ کا اضافہ کیا اسے جاہل نہیں کہا جاسکتا تو کیا یہ انتہائی رنج کی بات نہیں ہے کہ خود مولنا حضرات ہی ہر کہ و مہ کے لئے لفظ مولانا لکھ کر اس بھاری بھرکم القاب کی مٹی پلید کریں اور رہی سہی وقعت بھی اسکی ختم ہو جائے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ لفظ "مولوی" تو اصطلاحاً ایک ایسا لفظ ہے جسے عربی مدارس کے کسی بھی سند یافتہ شخص کے لئے بولا جا سکتا ہے چاہے اس کی علمی استعداد کیسی ہی گئی گذری کیوں نہ ہو لیکن مولانا کا یہ معاملہ نہیں اس کا تعلق کسی شخص کی ان دینی و علمی خدمات سے ہے جو منظر عام پر آکر متعارف ہو چکی ہیں۔ محترم انچارج جناب محمد عبدالحق صاحب ممکن ہے اپنے بطن میں علم و دانش کا پورا خزانہ رکھتے ہوں لیکن اس خزانے کے لعل و گہر جب تک باہر نہ آجائیں انھیں مولنا لکھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر شخص محض اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر جسے چاہے مولانا لکھدیا کرے اور کوئی وقار اس معزز خطاب کا باقی نہ رہ جائے۔ بظاہر یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن کسی فرد یا گروہ کے منہاج فکر اور مزاج و کردار کا اندازہ کرنے کے لئے ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتیں سرچ لائٹ کا کام دیتی ہیں۔

یہ تمام کہانی قارئین کو جو بھی تاثر دے ہمارے نزدیک اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ علماء کے فتاویٰ کا وقار بری طرح مجروح ہوا ہے۔ ایک اتنی بڑی دینی درسگاہ سے بار بار ایسے غلط فتوے نکلتے رہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ آئندہ ہمارے کسی بھی فتوے پر بھروسہ نہ کیا جائے اور ہم جب کسی حقیقی مرتد پر بھی ارتداد کا فتویٰ لگائیں تو لوگ حقارت سے ہنس کر کہیں۔ ان مخروں کے فتووں کا کیا اعتبار۔ یہ دہی تو ہیں جو اپنے شیخ مولانا نانوتوی اور اپنے مہتمم مولنا محمد طیب پر غلط طور پر کفر و الحاد کے فتوے لگا چکے ہیں۔ یا حسرتا کہ دنیوی اقتدار ختم ہونے کے بعد علماء کے پاس فقط یہی ایک سرمایہ تو باقی رہ گیا تھا جسے فتویٰ کہتے ہیں اب اس میں بھی گھن لگتا جا رہا ہے اور ہم بدنصیب اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے تابوت میں کیلیں ٹھونکنے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اس آخری بات پر ہم اپنی زبان بند کرتے ہیں کہ اظہار خیال میں ہمارے قلم سے اگر کوئی غلط بات نکلی ہو تو حضرت مہتمم صاحب اور حضرت مفتی صاحب۔ دونوں بزرگوں کے لئے تجلی کے صفحات حاضر ہیں وہ اپنے قلم گہر رقم سے ہماری اصلاح بلکہ گوشمالی تک کر سکتے ہیں۔ نیز نائب مفتی صاحب یا انچارج صاحب کچھ لکھنا چاہیں تب بھی ہمیں اشاعت میں تامل نہ ہوگا۔

(عامر عثمانی)

اس سے ہمارا مقصود صرف یہ دکھانا تھا کہ ایک سیدھی سادی عبارت لکھ کر بھجوائی گئی تو اس پر فتویٰ دے دیا گیا مگر جب یہ پتہ چلا کہ یہ عبارت تو ہمارے اپنے بزرگوں کی ہیں، تو لگے فتویٰ پوچھنے والوں کو گالیاں دینے اور برا بھلا کہنے کہ اس نے دجل وفریب سے کام لیا ہے۔ ہمیں صاف صاف کیوں نہ لکھ دیا کہ یہ عبارت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی ہے اور یہ ان کے پوتے قاری محمد طیب صاحب کی، تا کہ ہم اپنے پرائے میں تمیز کر سکتے۔

قارئین! یہی وہ ستم ظریفی ہے جس کا رونا ہم رو رہے ہیں اور یہی ہمارے موقف کی بنیاد ہے کہ علمائے دیوبند عام حالات میں ان گستاخانہ عبارات کو کفریہ قرار دیتے ہیں۔ علمائے حرمین کے سامنے نام بنام انہی عبارتوں پر فتویٰ کفر دے چکے ہیں، مگر بات جب اپنے بزرگوں کی آتی ہے تو پرنالہ وہیں کا وہیں۔ اب عقائد اور شرعی معاملات میں اس دوہری عینک کا ہمارے پاس کیا علاج ہے؟

یہاں تک ہی کیا محدود ہے، وہ تمام طریقے اور رازکار واعمال جن کی بدولت ایک عرصے سے علمائے اہل سنت کو بدعتی اور مشرک کہا جاتا ہے۔ اندرون خانہ بڑی بشاشت اور فراخ دلی سے ان حضرات نے اپنا رکھے ہیں۔ دم درود، تعویذ، چلے، مکاشفے اور خانقاہی نظام کی ہر ضعیف الاعتقادی میں یہ حضرات بریلویوں کو کوسوں پیچھے چھوڑ گئے ہیں، مگر آج بھی دوسروں کے لیے ان کی لغت میں بدعتی اور اپنے لیے موحد کے ہی الفاظ ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے شائع ہونے والی کتاب "زلزلہ"[1] نے جب انتہائی مدلل طریقے سے یہ ناقابلِ تردید الزامات عائد کیے تو اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے معروف دیوبندی اہلِ قلم مولانا عامر عثمانی کو یہ تبصرہ کرنا ہی پڑا:

"بات یقیناً تشویشناک ہے، مصنف نے ہرگز ایسا نہیں کیا ہے کہ ادھر ادھر سے چھوٹے موٹے فقرے لے لے کر ان سے مطلب پیدا کیا ہو، بلکہ پوری پوری عبارتیں نقل کی ہیں اور اپنی طرف سے ہرگز کوئی معنی پیدا نہیں کیے ہیں۔ ہم اگرچہ حلقہ دیوبندی سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا.... اور ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ دفاع کریں تو کیسے؟ دفاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور علامۃ الدھر بھی ان الزامات کو دفع نہیں کر سکتا جو اس کتاب کے مشتملات بزرگان دیوبند پر عائد کرتے ہیں۔ ہم اگر عام روش کے مطابق اندھے مقلد اور فرقہ پرست ہوتے، تو بس اتنا ہی کر سکتے تھے

1۔ یہ کتاب بمعہ تخریج حوالہ جات پاکستانی کے ادارہ کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ (ادارہ)

کہ اس کتاب کا ذکر ہی نہ کریں، لیکن خدا بچائے اشخاص پرستی اور گروہ بندی کی باطل ذہنیت سے ہم اپنا دیانتدارانہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں اور حق یہی ہے کہ مقتدر علمائے دیوبند پر تضاد بیانی کا جو الزام اس کتاب میں دلیل وشہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے، وہ اٹل ہے"

اس کی توجیہ آخر کیا کریں گے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی یا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ جب فتوے کی زبان میں بات کرتے ہیں تو ان احوال وعقائد کو برملا شرک، کفر اور بدعت اور گمراہی قرار دیتے ہیں، جن کا تعلق غیب کے علم اور روحانی تصرف اور تصور شیخ اور استمداد بالا رواح جیسے امور سے ہے، لیکن جب طریقت وتصوف کی زبان میں کلام کرتے ہیں، تو یہی چیزیں عین کمال ولایت اور علامتِ بزرگی بن جاتی ہیں۔

ہم اگر فرض کریں کہ ان بزرگوں کی طرف دیگر مصنفین نے جو کچھ منسوب کر دیا ہے، مبالغہ آمیز ہے، غلط ہے حقیقت سے بعید ہے، تو بے شک ان بزرگوں کی حد تک ہمیں اعتراض سے نجات مل جائے گی۔ لیکن یہ دیگر مصنفین بھی تو علماء دیوبندی ہی ہیں، ان کی کتابیں بھی حلقہ دیوبند میں بڑے ذوق وشوق سے تلاوت فرمائی جاتی ہیں اور کسی اللہ کے بندے کی زبان پر یہ اعلان جاری نہیں ہوتا کہ ان خرافات سے ہم برأت ظاہر کرتے ہیں۔ برات کیا معنی؟، ہمارے موجودہ بزرگ پورا یقین رکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں علم غیب اور فریادرسی اور تصرفاتِ روحانی اور کشف والہام کے جو کمالات ہمارے مرشدین کی طرف منسوب ہیں، وہ بالکل حق ہیں سچے ہیں، پھر آخر ازالہ اعتراض کی کیا صورت ہو؟

ہمارے نزدیک جان چھوڑانے کی ایک ہی راہ ہے۔

یہ یا تو تقویۃ الایمان فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ مدادیہ، بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہے پر رکھ کر آگ لگا دی جائے اور صاف صاف اعلان کر دیا جائے۔ کہ ان کے مندرجات قرآن وسنت کے خلاف ہیں، اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد ارواحِ ثلاثہ، سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے معلوم کرنے چاہیئں یا پھر ان موخر الذکر کتابوں کے بارے میں اعلان فرمایا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں کی کتابیں ہیں جو رطب ویابس سے بھری ہوئی ہیں اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اول الذکر کتابوں میں ہیں۔"[1]

غور فرمایا آپ نے کہ تضاد پسندی اور دوعملی کی اس پالیسی پر غیر تو غیر اپنے بھی چیخ رہے ہیں۔

1۔ بحوالہ زلزلہ۔ مصنفہ علامہ ارشد القادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صفحہ 152 مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور۔

ہماری گذارش صرف یہ ہے کہ اوروں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتو ہو لیکن حبیب خدا، سرورانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی تو اس سے مستثنیٰ رہنی چاہیے۔ اگر ہمارے اکابرین نام مبارک کے ساتھ فِدَاہُ اُمِّیْ وَاَبِیْ لکھتے رہے ہیں تو وہ یونہی تو نہیں کہتے رہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس نازک موقع پر علمائے دیوبند اپنے چند اساتذہ کی آن کو سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت وناموس پر قربان نہیں کر سکتے۔ علمائے اہل سنت بار بار وضاحت کر چکے ہیں کہ اصل مسئلہ یہی ہے۔ اگر یہ حل ہو جائے تو کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

معروف عالم دین علامہ سید احمد سعید کاظمی رقمطراز ہیں:

''مسئلہ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمہ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کرے گا، تو ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے، خواہ وہ دیوبندی ہو یا بریلوی، لیگی ہو یا کانگریسی، نیچری ہو یا ندوی، اس سلسلے میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ایک لیگی نے کلمہ کفر بولا، تو ساری لیگ معاذ اللہ کافر ہو گئی۔ یا ایک ندوی نے التزام کفر کیا، تو معاذ اللہ سارے ندوی مرتد ہو گئے۔ ہم تو بعض دیوبندیوں کی کفریہ عبارت کی بنا پر ہر ساکن دیوبند کو بھی کافر نہیں کہتے۔ ہم اور ہمارے اکابر نے بار ہا اعلان کیا ہے کہ ہم کسی دیوبند یا لکھنو والے کو کافر نہیں کہتے۔ ہمارے نزدیک صرف وہی کافر ہیں جنہوں نے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور محبوبانِ ایزدی کی شان میں گستاخیاں کیں اور باوجود تنبیہ شدید کے اپنی گستاخیوں سے توبہ نہیں کی۔ نیز وہ لوگ جو ان کی گستاخیوں پر مطلع ہو کر اور ان کے صریح مفہوم کو جان کر ان گستاخیوں کو حق سمجھتے ہیں اور گستاخوں کو مومن، اہل حق، اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں۔

اور بس ان کے علاوہ ہم نے کسی مدعی اسلام کی تکفیر نہیں کی، ایسے لوگ جن کی ہم نے تکفیر کی، اگر ان کو ٹٹولا جائے، تو وہ بہت قلیل ہیں اور محدود، ان کے علاوہ نہ کوئی دیوبند کا رہنے والا کافر ہے نہ بریلی کا، نہ لیگی نہ ندوی، ہم سب مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں''۔[1]

پھر کیوں ایسا نہیں کیا جاتا کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ واقعی چند لوگوں سے ان عبارتوں کے سلسلے میں غلطی ہوئی ہے، کیا یہ لوگ معصوم تھے، عبارات کے مسئلے میں علمائے دیوبند کا موقف انتہائی کمزور اور باہم تضاد کا شکار ہے۔ ان عبارات کی تاویلات میں ان حضرات نے جس ژرف نگاہی اور بالغ نظری کا

1۔ الحق المبین مصنفہ علامہ سید احمد سعید کاظمی، مطبوعہ ملتان، ص ۲۴، ۲۵

ثبوت فراہم کیا ہے وہ بجائے خود ایک مضمون کا متقاضی ہے۔ حیرت ہے کہ ایک بزرگ ایک عبارت کی جو تاویل کرتے ہیں۔ دوسرے بزرگ اس تاویل کو سراسر گمراہی بتاتے ہیں۔ اب آدمی کرے تو کیا کرے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں "فتاویٰ رشیدیہ" میں لکھا جاتا ہے کہ وہ متبع سنت تھا اور اچھا آدمی تھا، مگر علمائے حرمین کو مطمئن کرنے کے لیے "المہند علی المفند" میں فرمایا جاتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صاحب ردالمختار علامہ شامی کا ہے اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ علامہ شامی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو خارجی اور باغی قرار دیا ہے۔ اور الشہاب الثاقب میں کہا جاتا ہے کہ عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ رکھتا تھا، نیز وہ ایک ظالم، باغی، خونخوار فاسق تھا، ملاحظہ ہو، صفحہ ۲۲۱ کا عکس کتاب الشہاب الثاقب مصنف حسین احمد مدنی"[1]

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

ان عبارات کی غلط سلط تاویلات کرتے ہوئے بالکل وہی بات ہوئی ہے کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے سو جھوٹ مزید بولنا پڑتا ہے۔ قارئین کو حیرت ہوگی کہ جن صاحبان جبہ و دستار کی عظمت اور آن کو برقرار رکھنے کی خاطر اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس کو بھی داؤ پر لگا دیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض حضرات نے خیر سے ایسے گھٹیا پن کا مظاہرہ کیا ہے جسے دیکھ کر دیانت و امانت کو پسینہ آجاتا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

براہین قاطعہ میں المہند علی المفند کے مولف مولانا خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

"شیخ عبدالحق محدث دہلوی روایت کرتے ہیں (کہ حضور نے فرمایا) مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی معروف کتاب مدارج النبوۃ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

"این سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نہ شدہ"[2]

حد ہے کوئی اس دیانت کی۔ امت مصطفویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باشعور افراد سے نام خدا ہماری اپیل صرف یہ ہے کہ علوم نبوت میں نقص نکالنے کی خاطر جو شخص اتنا کھلا اور سفید جھوٹ بول رہا

1۔ اس کا عکس صفحہ 121 پر دیکھئے

2۔ مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۔ عکس صفحہ ۔

ہے کیا اب بھی وہ شیخ الحدیث اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محب ہے؟

لگے ہاتھوں شیخ العرب والعجم نامی ایک اور بزرگ کی علمی دیانت اور تقویٰ میں ان کے بلند مدارج کا حال بھی دیکھتے چلئے۔

مولانا حسین احمد مدنی ''الشہاب الثاقب'' میں رقمطراز ہیں:

''جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور ص ۱۵ پر ارقام فرماتے ہیں وہ علم غیب صفتِ خاص ہے رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ جو شخص رسول خدا کو عالم الغیب کہے وہ بے دین ہے' اس واسطے کہ آپ کو بذریعہ وحی کے امور مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے علم غیب کہنا گمراہی ہے۔[1]

مولوی حسین احمد اسی کتاب میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

علاوہ ازیں جناب بندہ درہم و دینار کے دادا مولوی رضا علی خاں صاحب ہدایت الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور ص ۳۰ پر فرماتے ہیں۔[2]

قارئین کو حیرت ہوگی کہ یہ دونوں کتابیں فرضی ہیں۔ ردشہاب ثاقب میں مفتی محمد اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''مسلمانوں مصنف شہاب ثاقب کے ان دو چیتے جھوٹ اور کذب اور صحیح افترا و بہتان کو دیکھو کہ دنیا میں حضرت شاہ حمزہ مارہروی کی نہ تو کوئی کتاب بنام خزینۃ الاولیاء تصنیف ہوئی، نہ وہ کانپور میں طبع ہوئی نہ اس کا صفحہ ۱۵ ہے، نہ اس عبارت کا وجود ہے۔ اسی طرح جہاں بھر میں جناب مولانا مفتی رضا علی خان کی کوئی کتاب ہدایت الاسلام ہے اور نہ وہ سیتاپور کے مطبع صبح صادق میں طبع ہوئی۔[3]

غور فرمایا آپ نے اگر صدر المدرسین دیوبند مولانا حسین احمد مدنی کی یہ حالت ہے، تو اور کسی کی کیا بات کی جائے۔ الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اذا کان رب البیت بالطبل ضارباً

ولا تلم الا ولا فیه علی الوقص

1۔ الشہاب الثاقب حسین احمد مدنی ص ۹۹،۹۸ مطبوعہ، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

2۔ الشہاب الثاقب حسین احمد مدنی ص ۹۹،۹۸ مطبوعہ، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

3۔۔ ردشہاب ثاقب مولانا محمد اجمل شاہ مفتی ہند، صفحہ نمبر 15-16 ادارہ غوثیہ رضویہ کرم پارک معری شاہ لاہور

اصل عبارات پیش کرنے سے پہلے ایک اور مسئلے کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب نے تمام گستاخانہ عبارات کے بارے میں علمائے حرمین سے رجوع کیا تو حرمین شریفین کے ۳۵ جلیل القدر اور نامور علماء نے واضح الفاظ میں ان عبارات کو کفریہ قرار دیا اور ان کے قائلین پر رجوع اور توبہ ضروری قرار دی۔ اب یہاں بھی علمائے دیوبند نے اپنی روایت کے مطابق وہی چال چلی، جس کے وہ عادی ہو چکے ہیں۔ بجائے اس کے وہ حرمین شریفین کے علماء کی بات مان کر ان عبارات کو واپس لے لیتے۔ انہوں نے بات کا رخ موڑنے کی خاطر ایک نیا محاذ کھول دیا کہ جی وہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے تو ہماری عبارات کے مفہوم غلط پیش کیے ہیں، ان کے تراجم حسب منشا کیے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ گو اس ساری بحث سے بات اپنی جگہ ہی رہی، مگر بزعم خویش ان حضرات نے میدان مار لیا۔ علمائے دیوبند نے بطور خاص مدینہ منورہ کے معروف عالم دین اور نامور محقق علامہ احمد برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کی اس عبارت کو اچھالا ہے، جس میں انہوں نے علوم خمسہ کے بارے میں فاضل بریلوی کے موقف سے اختلاف کیا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات پر دیگر علمائے حرمین کی طرح علامہ برزنجی نے بڑی شدومد کے ساتھ گرفت کی اور انہیں کفریہ عبارات قرار دیا۔ آپ کے فتوے کے بعض جملے یہ ہیں:

''اور رہے امیر احمد اور نذیر حسین اور قاسم نانوتوی کے فرقے اور ان کا کہنا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی نبی فرض کیا جائے، بلکہ اگر حضور کے بعد کوئی نبی ہو، تو اس سے خاتمیت محمدیہ کوئی فرق نہ آئے گا۔ تو اس قول سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت جدیدہ ملنی مان رہے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ جو اسے جائز مانے، وہ باجماع علمائے امت کافر ہے اور وہ جو رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ تو رشید احمد مذکور کا یہ کہنا دو وجہ سے کفر ہے۔

اور وہ جو اشرف علی تھانوی نے کہا کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم

کے لیے حاصل ہے، تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ کھلا ہوا کفر ہے۔ بالاتفاق اس لیے کہ اس میں رشید احمد نے اس قول سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان ہے۔[1]

اتفاق سے اس کے کچھ عرصہ بعد فاضل بریلوی کی کتاب الدولۃ المکیہ سامنے آئی تو صرف علوم خمسہ کے بارے میں علامہ برزنجی نے اس سے اختلاف کیا۔ یہ اختلاف ایک عالمانہ اختلاف ہے۔ جو اپنے اندر پورا وقار اور سنجیدگی لیے ہوئے ہے، اس میں علامہ برزنجی نے فاضل بریلوی کے لیے قطعاً کوئی نازیبا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے ذکر کیا کہ فاضل بریلوی کی طرح علمائے اسلام کی ایک جماعت آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علوم خمسہ کی قائل ہے۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ہم اصل الفاظ کا ترجمہ علمائے دیوبند کی زبانی بیان کرتے ہیں:

''امابعد، ہندوستان سے آنے والے ایک سوال کے جواب میں میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ علمائے ہند میں جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں جھگڑا پڑ گیا ہے کہ آیا آپ کا علم مغیبات خمسہ (جن کا ذکر آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ میں ہے) سمیت تمام مغیبات کو محیط ہے یا نہیں۔

علماء کی ایک جماعت پہلی شق کی قائل ہے اور ایک دوسری شق کی، اس کے بعد لکھا میں نے اپنے اس رسالہ میں بیان کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم ہے اور آپ کا علم جمیع دینی امور کو محیط ہے، بلکہ دنیا اور آخرت کے تمام اہم امور کو محیط ہے، لیکن قرآن وسنت اور کلام سلف کے واضح دلائل کی بنا پر مغیبات خمسہ آپ کے علم شریف میں داخل نہیں۔''[2]

آگے چل کر علامہ برزنجی موصوف تحریر فرماتے ہیں

پھر اس کے بعد علمائے ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خاں کہا جاتا ہے، مدینہ منورہ آیا، جب وہ مجھ سے ملا، تو اولاً اس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند میں اہل کفر و ضلال میں سے کچھ لوگ ہیں جن میں سے ایک غلام احمد قادیانی ہے جو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل ہونے اور اپنے لیے وحی اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، انہیں میں سے ایک فرقہ امیریہ ہے، ایک نذیریہ ہے۔

ایک قاسمیہ ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی فرض کر

1۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ص ۲۳۶،۲۳، مطبوعہ

2۔ غایۃ المامول مطبوعہ انجمن رشاد المسلمین ص ۲۹۶، ۲۹۵

لیا جائے، بلکہ اگر آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو جائے، تب بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

انہیں میں سے ایک فرقہ وہابیہ کذابیہ ہے جو رشید احمد گنگوہی کا پیرو ہے جو اللہ تعالیٰ سے بالفعل کذب کے وقوع کا قول کرنے والے کو کافر قرار نہیں دیتا انہیں میں سے ایک شخص رشید احمد گنگوہی ہے جو مدعی ہے کہ وسعتِ علم شیطان کے لیے ثابت ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے نہیں۔

انہیں میں سے ایک اشرف علی تھانوی ہے جو کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پر علم مغیبات کا حکم لگانا بقول زید صحیح ہو تو، سوال یہ ہے کہ اس کی مراد بعض مغیبات ہیں یا سب؟ اگر بعض مراد ہیں، تو اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص؟ ایسا علم غیب تو زید عمرو بکر، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے۔

اور اس نے مجھے بتایا کہ اس نے ان فرقوں کے رد، اور ان کے اقوال کو باطل کرنے کے لیے ایک رسالہ موسومہ "المعتمد المستند" لکھا ہے۔ پھر اس نے مجھے اس رسالے کے خلاصہ (حسام الحرمین) پر مطلع کیا۔ اس میں صرف ان فرقوں کے اقوالِ مذکورہ کا بیان اور ان کا مختصر سا رد تھا اور اس نے اس رسالہ پر تصدیق و تقریظ طلب کی، ہم نے اس پر تقریظ و تصدیق لکھ دی،

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں سے یہ مقالاتِ شنیعہ ثابت ہو جائیں تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں، کیونکہ سب باتیں اجماعِ امت کے خلاف ہیں اور اپنی تقریظ کے ضمن میں ہم نے ان کے اقوال کے ابطال کے لیے بعض دلائل کی طرف بھی اشارہ کیا'۔''

اب مخالفین نے آؤ دیکھا نہ تاؤ علوم خمسہ کی ایک شق کے بارے میں علامہ برزنجی کے عالمانہ اختلاف کو دیکھ کر اس قدر جوشِ مسرت سے بے خود ہوئے کہ انہیں یہ تک نہ یاد رہا کہ اس تحریر میں وہ حسام الحرمین والے فتوے کی دوبارہ شد و مد سے تائید کر رہے ہیں اور ان کفریہ عبارات کے قائلین پر فتویٰ کفر دے رہے ہیں۔ یہ تو علامہ برزنجی کی کمال دیانت تھی کہ جہاں انہیں معمولی سا اختلاف ہوا، اسے انہوں نے انتہائی مہذب انداز میں بیان کر دیا اور ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ اس اختلاف سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہم نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتاب "حسام الحرمین" پر جو تصدیق و تقریظ لکھی، وہ اس سے کالعدم ہو گئی ہے۔ نہیں نہیں، بلکہ وہ اپنی جگہ قائم ہے اور ان لوگوں کے لیے ہمارا فتویٰ آج بھی وہی ہے جو شروع میں تھا۔"[2]

1۔ غایۃ المامول ص ۲۹۹ مطبوعہ انجمن رضائے مصطفیٰ لاہور 2۔ ایضاً عکس ملاحظہ ہو صفحہ 9، 6، 1

رہی یہ بات کہ آیا یہ عبارات یا الفاظ علمائے دیوبند کے ہیں یا نہیں، کہیں فاضل بریلوی نے عبارت کو سیاق وسباق سے الگ کر کے یا ان کے مفہوم کو بگاڑ کر تو فتوے حاصل نہیں کر لیے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس کتاب کا موضوع ہی یہی عبارات ہیں، ہم آگے اصل عبارات کی فوٹو کاپیاں دے رہے ہیں۔

قارئین کرام انہیں پڑھ کر اندازہ کر لیں کہ علامہ برزنجی کا فتویٰ آج بھی ان حضرات کے خلاف اس شان سے قائم ہے یا اس میں کوئی تبدیلی آئی ہے؟ پھر طرفہ تماشا یہ کہ علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات کا جو عربی ترجمہ فاضل بریلوی نے علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا اور اس عربی عبارات کا اردو ترجمہ مولوی نعیم الدین دیوبندی نے بالکل انہی الفاظ میں کیا ہے جو ان حضرات کی اصل اردو عبارات ہیں۔ گویا یہ بات بھی علمائے دیوبند نے تسلیم کر لی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان اردو عبارات کا ترجمہ ٹھیک کیا ہے، جبھی تو علمائے دیوبند اس عربی کا ترجمہ اصل الفاظ کی صورت میں کر رہے ہیں۔ اگر یہ عربی ترجمہ غلط ہوتا، تو اس کا ترجمہ بھی اسی انداز سے کیا جاتا۔ اب علمائے دیوبند کے پاس یہ بات کہنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے کہ فاضل بریلوی نے غلط تراجم کے ذریعے علمائے حرمین سے فتوے حاصل کیے،

علوم خمسہ کے مسئلے پر علامہ برزنجی نے عالمانہ اختلاف کیا ہے، مگر اپنی تحریر میں انہوں نے کہیں بھی فاضل بریلوی کو گمراہ کے لفظ سے یاد نہیں کیا، مگر ادھر فاضل بریلوی کے ساتھ اختلاف کا لفظ دیکھ کر یار لوگ کلکلیاں کرنے لگے، اور غایۃ المامول کے ٹائٹل پر لکھا۔

''احمد رضا خان صاحب کا گمراہ کن عقیدہ علمیہ علمائے حجاز کی نظر میں'' کاش! وہ غور فرما لیتے، تو اس کا ٹائٹل اس طرح زیادہ موزوں اور مناسب ہوتا

''علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات پر علمائے حرمین کے فتویٰ کفر کی توثیق''۔

علامہ برزنجی نے علوم خمسہ کے بارے میں فاضل بریلوی سے اپنا اختلافی نقطہ نظر ان الفاظ میں بیان کیا ہے

''پھر اس کے بعد احمد رضا خان بریلوی نے اپنے ایک اور رسالہ پر مجھے مطلع کیا، جس میں وہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر چیز کو محیط ہے حتی کہ مغیبات خمسہ کو بھی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے علم سے مستثنیٰ نہیں اور یہ کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کے درمیان احاطہ مذکورہ میں صرف حدوث وقدم کا فرق

ہے اور یہ کہ اس کے پاس اپنے مدعا پر دلیل قاطع اللہ تعالیٰ کا قول

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ) ہے (یعنی ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان بنا کر نازل کیا ہے) پس میں نے اس بات کے بیان میں کوئی کوتاہی نہیں کی آیت مذکورہ اس کے مدعا دلالتِ قطعیہ کے طور پر دلالت نہیں کرتی اور یہ کہ تمام معلومات غیر متناہیہ کا احاطہ علیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔"[1]

آپ نے غور فرمایا کہ گستاخانہ عبارات پر علامہ برزنجی کا فتویٰ جوں کا توں اپنی جگہ موجود ہے، بلکہ اس کتاب "غایۃ المامول" میں انہوں نے اپنے فتویٰ کفر کی مزید توثیق کر دی ہے، مگر صرف علومِ خمسہ کے بارے میں معمولی سے اختلاف کا سہارا لے کر فاضل بریلوی کی دیانت اور ثقاہت کے خلاف کس قدر پروپگنڈہ کیا جا رہا ہے؟

ہماری گذارش ہے کہ یہ گستاخانہ عبارات علمائے دیوبند کے لیے ایسا چھچھوندر ہیں جنہیں نہ وہ نگل سکتے ہیں اور نہ ہی پھینکنے کو ان کا دل چاہتا ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے۔ دنیا کا کوئی بھی بااخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین و تصویب نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ ایک مسلمان انہیں آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے برداشت کرے۔ پچاس سال سے ان عبارات کی تاویلات کی جا رہی ہیں۔ ان پر گرفت کرنے والے علماء کو خائن، گمراہ اور اہلِ حق کا مخالف بتایا جا رہا ہے۔ مگر یہ توفیق نہیں ہوتی کہ ان چند عبارات سے توبہ کریں۔

یہ بات قارئین کے علم میں ہوگی کہ علامہ اقبال مرحوم نے مولانا حسین احمد مدنی کے نظریہ وصیت کے بارے میں "ارمغانِ حجاز"[2] میں چند اشعار لکھ دیئے، تو علمائے دیوبند کا ایک بڑا طبقہ آج تک علامہ مرحوم کا یہ قصور معاف کرنے کے لیے تیار نہیں اور اس بات پر تو تمام علمائے دیوبند کا اتفاق ہے اور بار بار ان کی طرف سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ یہ اشعار "ارمغانِ حجاز" سے نکال دیئے جائیں، اس کے لیے یار لوگوں نے فرضی خط و کتابت تک گھڑلی ہے یہ ساری تگ و دو اس لیے کی جا رہی ہے تاکہ علامہ مرحوم جیسے آفاقی اور زندہ جاوید شاعر کے قلم سے مولانا مدنی کی عزت و ناموس کو بچایا جائے۔

1۔ غایۃ المامول ص ۳۰۰ مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین لاہور

2۔ علامہ اقبال کے دیوبند کے بارے میں چند اشعار بمعہ ترجمہ کتاب کے صفحہ نمبر [illegible] پر درج ہیں

مگر علمائے اہل سنت بعینہ یہی مطالبہ خود علمائے دیوبند سے کرتے ہیں کہ

حضور! حبیب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کے بارے میں یہ گستاخانہ عبارات آپ بھی تو واپس لیجئے، تو یہ حضرت ٹس سے مس نہیں ہوئے۔

ملت اسلامیہ کے ہر ذی شعور فرد حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار ہر مسلمان اور آقا و مولیٰ کی نسبت اور تعلق کو کائنات و مافیہا سے افضل سمجھنے والے ہر کلمہ گو سے ہماری درد مندانہ اپیل ہے کہ علمائے دیوبند اور علمائے اہل سنت کا اصولی اختلاف نہ علم غیب کے مسئلے پر ہے اور نہ ہی حاضر و ناظر پر یہ اختلاف ہے اور نہ گیارہویں شریف کے بارے میں ہے اور نہ دعا بعد جنازہ سے متعلق۔ یہ اصولی اختلاف صرف اور صرف ان گستاخانہ عبارات کے بارے میں ہے جن میں حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کھلی توہین کی گئی ہے۔ ہم یہ تمام عبارات اصل کتابوں سے فوٹو کاپیوں کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ آپ میں سے ہر شخص ہر قسم کے تعلقات سے بالاتر ہو کر آج یہ فیصلہ کرے۔ وہ بارگاہِ اقدس جس میں گفتگو اور حاضری کے آداب میں قرآن مجید میں یوں تعلیم کیے گئے ہیں

لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا (البقرہ ۱۰۴)

اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (النور ۶۳)

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

(ترجمہ کنزالایمان)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (الحجرات ۱)

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ (کنزالایمان)

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (الحجرات ۲)

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ (الحجرات ۴)

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

(ترجمہ کنزالایمان)

کیا وہ بارگاہ اسی انداز گفتگو اور طرز تخاطب کے لائق ہے؟

قسم ہے آپ کو پروردگار کی! آپ میں ایسا کوئی شخص یہ انداز گفتگو اپنے استاد، مرشد، والد یا کسی دوسرے لائق احترام بزرگ کے ساتھ اپنانے کی جرات کرے گا؟

یہاں آپ یہ نہ دیکھیں کہ بات کس نے کہی یہ دیکھیں کہ اس نے کیا کہا ہے۔ دنیا و آخرت میں اگر کوئی تعلق و نسبت کام آسکتی ہے، تو وہ محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت ہے۔ آپ ہر شخصیت کو اسی مرکز ثقل اور کعبۂ انجذاب سے تعلق کی کسوٹی پر پرکھیں۔ (منشاء تابش)

علمائے دیوبند اور تمام اہل اسلام کے متفقہ اصول وضوابط جن کی بناء پر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا۔

۱۔ انبیاء کی توہین اور ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔[1]

۲۔ عابد، زاہد، محدث، مفسر اور مبلغ اسلام ہونے کے باوجود بھی انبیاء کی توہین کرنے والا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کا انکار یا اس معنی کو غلط کہنے والا کافر اور مرتد ہے۔[2]

۳۔ ضروریات دین کے انکار کرنے والے اور انبیاء کی توہین کرنے والے کو کافر نہ کہنا اور احتیاط کرنا خود کفر ہے۔ مسلمان خوب سمجھ لیں اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں۔ حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ منکر ضروریات دین اور انبیاء کی توہین کرنے والے منافقین کو کافر کہا جائے ورنہ کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ کے منافقین سب کچھ فرائض و واجبات ادا نہ کرتے تھے۔ اور کیا وہ اہل قبلہ نہ تھے۔ بس حکم یہی ہے کہ ایسے لوگوں کو کافر کہا جائے آسمان ٹلے زمین ٹلے یہ حکم نہیں ٹل سکتا۔[3]

۴۔ جو شخص حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کو بچوں، چارپایوں، پاگلوں (مجانین) کے علم کے برابر یا اس جیسا کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے، اور جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔[4]

۵۔ جو شخص شیطان کے علم کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم سے زائد کہے وہ کافر ہے، مرتد

1۔ اشد العذاب ص ۲، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ناظم دار العلوم دیوبند مطبوعہ اختر جنرل سٹور کا شانہ فیصل آباد۔

2۔ اشد العذاب ص ۹، ۱۰، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ناظم دار العلوم دیوبند مطبوعہ اختر جنرل سٹور کا شانہ فیصل آباد۔

3۔ اشد العذاب ص ۹، ۱۰، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ناظم دار العلوم دیوبند مطبوعہ اختر جنرل سٹور کا شانہ فیصل آباد۔

4۔ اشد العذاب ص ۱۲، ۱۳، مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن، ناظم دار العلوم دیوبند مطبوعہ ایضاً المہند علی المفند ص ۳۰۔

بے ملعون ہے، جو اسے کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔[1]

۶۔ جو شخص ایک دفعہ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کا انکار کردے یا اس کو غلط قرار دے اس کے بعد وہ ختم النبوۃ کا اقرار بھی کرے تو جب تک وہ اس کفر سے توبہ کا اعلان نہ کرے یا اس کی توبہ ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے اقرار ختم النبوۃ کا کچھ اعتبار نہیں۔[2]

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین موجب کفر ہے صریح توہین تو درکنار اگر کوئی شخص ایسے کلمات بھی کہے گا جو کہ موہم توہین ہوں گے (جن سے سننے والے کو توہین کا وہم پیدا ہو) تو وہ بھی کفر کا سبب ہوگا۔[3]

۹۔ جو شخص یہ کہے کہ کسی غیر نبی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت اتنی ہے جیسی بڑے بھائی کی چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔[4]

فتویٰ کفر اور تکفیر (کسی کا فر کو قرار دینے) کی شرعی حیثیت

اگر کسی شخص کو کافر قرار دیا جائے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کے سبب تمام اسلامی بلکہ انسانی حقوق و مراعات سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی جان مال اور عزت کا تحفظ ختم ہو جاتا ہے۔ اور تمام مسلمانوں بلکہ انسانوں سے اس کے ہر قسم کے تعلقات موقوف قرار پاتے ہیں۔

اس موقعہ پر اس سے اعلانیہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اگر وہ توبہ کر کے رجوع کرتے ہوئے دوبارہ اسلام قبول کر لے تو فبہا ورنہ مسلمان حاکم اس کو قتل کرنے کا حکم نافذ کر دے گا اور قتل کے بعد اس کو بے گور و کفن گھسیٹتے ہوئے کسی کھڈ میں ڈال کر مٹی میں دبا دیا جائے گا۔

اور اگر کسی طرح وہ قتل سے بچ نکلے یا مسلمانوں کو اس کے قتل پر قدرت نہ ہو سکے تو پھر اس کے رشتہ دار، برادری، بیوی اور بچے اور تمام انسانوں پر پابندی ہوگی کہ وہ اللہ اور رسول کے اس باغی اور دشمن سے ہر قسم کے تعلقات قلبی و جسمانی، لین دین، بول چال، کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا سب ختم کر کے مکمل

1۔ اشد العذاب ص ۱۲،۱۴ مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی ناظم تعلیمات دیوبند مطبوعہ دیوبند
المہند علی المفند ص ۲۵ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
2۔ اشد العذاب ص ۱۵ مصنفہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی [illegible] دیوبند [illegible]
3۔ مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۱۵۹ [illegible] حسین احمد مدنی مطبوعہ
4۔ المہند علی المفند ص ۲۳ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند

بائیکاٹ کریں اور جو شخص اس بائیکاٹ کو لازم نہ سمجھے تو وہ بھی اللہ اور رسول کا باغی قرار پائے گا۔

اور اگر کسی طرح فتویٰ کفر جاری کرنے والے کو یہ احساس ہو جائے کہ میرا فتویٰ غلط ہے۔ تو اب اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کر کے اپنی غلطی اور توبہ کا اعلان کرے۔ کیونکہ کسی کو مسلمان سمجھتے ہوئے اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ فتح القدیر شرح ہدایہ، مُرتب

(تابش قصوری)

پردہ اٹھتا ہے

آئندہ صفحات میں علماء دیوبند کی اُن گستاخانہ عبارات کا عکس پیش کیا جا رہا ہے۔ جن پر عرب وعجم کے علماء نے فتویٰ کفر صادر کیا ہے۔ ان عبارات سے پہلے دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی چاند پوری کے فتویٰ ملاحظہ ہوں۔ اشد العذاب کے متعلقہ صفحات کا عکس بھی ساتھ دیا جا رہا ہے۔

تابش قصوری

نام کتاب: اشد العذاب
مصنفہ: مرتضیٰ حسن دربھنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند
مطبوعہ: اختر جنرل سٹور گاؤشالہ فیصل آباد

توہین انبیاء انکار ختم نبوت دعویٰ نبوت، انکار ضروریات دین (مرزا کے چار کفر) یہ اعتراف ہے کہ توہین نبی مطلقاً کفر انکار ختم نبوت بھی مستقل کفر۔

ص۵: عابد، زاہد، مبلغ اسلام ہونے کے باوجود بھی انبیاء کی توہین کرنے والا ختم نبوت بمعنی آخر الانبیاء کا انکار کرنے والا خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہنے والا، مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد ہے۔

ص۹: مسلمان خوب سمجھ لیں کہ اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ منکر ضروریات دین کو کافر کہا جائے ورنہ کیا منافقین سب کچھ فرائض و واجبات ادا نہ کرتے تھے۔

منافقین بھی اہل قبلہ تھے۔ مسلیمہ کذاب بھی اہل قبلہ تھا ورنہ پھر دیانند سرستی اور گاندھی جی نے کیا قصور کیا؟ بس حکم یہی ہے۔ مسئلہ یہی ہے آسمان ملے زمین ٹلے یہ حکم نہیں ٹل سکتا۔ چاہے کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے حکم سنا دیا ہے۔ تمہارا نفع اسی میں ہے کہ منافقین کو کافر و مرتد کہا جائے اللہ کا یہ حکم نہیں چھپایا جا سکتا۔

ص۱۲: یہ عذر کہ علماء ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ چنانچہ علماء دیوبند کو بھی علماء بریلی کافر کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔

کہ بعض علماء دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے۔

جو پاگلوں (پاگلوں) کے علم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر علم کے برابر کہتے ہیں۔
شیطان کے علم کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زائد کہتے ہیں۔ لہٰذا وہ کافر ہیں۔
تمام علماء دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے۔ لاؤ ہم بھی تمہارے فتویٰ پر دستخط کرتے ہیں۔ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے یہ عقائد بے شک کفریہ ہیں۔

ص۱۳: اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علماء اسلام کا مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر کہنا اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علماء کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے ہیں۔

ص ۱۴: جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے اور آپ کے علم سے شیطان کے علم کو زیادہ بتائے اور آپ کے علم کو مجانین (پاگلوں اور بچوں) کے علم کے برابر کہے، کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے۔

ص ۱۵: مرزا صاحب کی عبارات میں ختم نبوت کا اقرار ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم ہے۔

غرضیکہ تمام ایمان مجمل اور مفصل از بر ہے۔ مگر جب تک توبہ نہ دکھائیں توبہ نہ کریں۔ اس وقت تک اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی چاندپوری کی کتاب اشد العذاب کے چند صفحات کے فوٹو جن سے ان کے فتوے معلوم ہو سکیں گے۔

فتاویٰ ص ۲۴ پر ملاحظہ ہوں۔

[illegible]

مرزا غلام احمد قادیانی مسیلمۂ پنجاب

نے اسلام کے مٹانے کا قصد کیا مگر خدائے قدیر نے اس کو ہمیشہ ناکام رکھا۔ اور وہ

ناکامی کی حالت میں اپنے اقرار سے لعنتی موت مرے

چونکہ مرزا صاحب کے کفریات ان کے رسائل میں منتشر تھے اور مسلمانوں کو اتنی فرصت نہ تھی کہ مرزا صاحب

کی کل تصانیف کو مطالعہ کریں [illegible] کام لیتے ہیں موجب

[illegible] کفریات توہین انبیاء علیہم السلام و دعویٰ نبوت و رسالت [illegible]

[illegible] کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ جو خدا کے فضل و کرم سے مسلمانوں کیلئے بہت مفید

[illegible] اس رسالہ کا نام

أَشَدُّ الْعَذَابِ عَلَىٰ مُسَيْلِمَةِ الْفُنْجَابِ

اور لقب

دینِ مرزا کفرِ خالص

[illegible]

[illegible]

بمطابق [illegible] مطبع مجتبائی جدید دہلی

ملنے کا پتہ:- اختر جنرل سٹور گاؤشالہ روڈ لائیلپور

سے ہونا ہر عام اور خاص مسلمان جانتا ہے۔ غرض کسی ضروری دین کا انکار قطعی یقینی باتفاق کفر اور ارتداد ہے صرف توحید
اور رسالت ہی کے انکار کرنے سے مسلمان مرتد نہیں ہوتا۔ بلکہ جو ضروری دین ہے اس کے انکار سے باتفاق
امت مرتد اور کافر ہو جائیگا۔ توحید اور رسالت کا انکار بھی تو محض اسی لئے ہوا ہے کہ وہ ضروریات
دین سے ہے۔ تو پھر اس میں اور دوسرے ضروریات دین میں کوئی فرق اس وجہ سے نہیں ہو سکتا جب
اسلام کی حقیقت یقین اور تسلیم اور اقرار ہے تو جو شخص توحید و رسالت اور تمام ضروریات دین کو دل
سے مانتا ہے اور ان کو اسی طرح تسلیم کرتا ہے جیسے وہ ثابت ہوئے ہیں تو اب اگرچہ وہ فسق و فجور میں مبتلا
ضرور ہو سکتا ہے اور خاتمہ بالخیر ہوا تو ضرور اس کو خدا سے نجات حقیقی اور جنت کی سعادت ابدی کا
مستحق ہے بخلاف اس بدنصیب کے کہ جو کلمہ توحید بھی ادا کرتا ہے اور تبلیغ اسلام میں ہندوستان کا بڑا عظیم
پہلوان خیال کیا جاتا ہو جو فرض کرو کہ انکی سعی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی کامل اسلام بھی
عنایت فرمائے مگر اس کمبخت کے اسلام و ایمان اور سعی تبلیغ اور کوشش دین کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو اکا ایمان دیتا
ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا کہتا ہو حضرت
عیسیٰ کی عادت بتاتا ہو اللہ تعالیٰ ایک حتمی اور قطعی خبر دے کہ فلاں دن فلاں وقت یہ یوں ہوگا اور وہ خبر بھی ایسی ہو
جو ایک نبی کے دعوے نبوت کا معجزہ ہو معیار صداقت ہو مگر پھر باوجود لفظوں میں یہ نہ ہونے کے کوئی شرط مضمر
رکھے اور وعدہ خلافی کر کے نبی کو معاذ اللہ رسوا کرے اور اسکی امت کو گمراہ کرے اور یہی خلف وعدہ الٰہی عادت
مستمرہ بتلاتا ہو اور ضروریات دین کا انکار کرے وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے اس کی مثال
ایسی ہے کہ اس کو کسی دیوانہ کتے نے کاٹ لیا ہو اور اس کا زہر اسکے رگ ریشہ میں سرایت کر گیا ہو اور ہڑک اٹھی
ہو وہ تمام دنیا کو چاہے سیراب کرے تمام ہندوستان کے دریا اور نہریں اسی کے قدموں کے نیچے سے بہتی ہوں
مگر اس بدنصیب کو ایک قطرہ پانی کا نصیب نہیں ہو سکتا وہ دنیا کو سیراب کرے مگر خود تشنہ کام ہی دنیا سے
رخصت ہوگا۔ ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ دین کے کام کرنے سے مغرور نہ ہونا چاہیے قابل
لحاظ یہ ہے کہ وہ خود بھی مسلمان ہے یا نہیں۔ علی ہذا القیاس کسی فاسق اور فاجر کو دیکھ کر اسے ذلیل اور حقیر
نہ سمجھے جب کہ ایمان اس کے قلب میں موجود ہے۔

پیارے قادیانیو! اب سمجھ لو کہ تمہیں مرزا صاحب اور مرزائیوں، لاہوریوں، قادیانیوں، پیغامیوں نیز تمام گنہگار مسلمانوں
کو کیوں اچھا سمجھتا ہے۔ معاصی سے مناسبت نہیں بلکہ ایمان کی قدر ہے اور تمہارے نماز روزہ سے نفرت

اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ احتیاط شک کی جگہ ہوتی ہے اور یقین میں احتیاط نہیں ہو سکتی۔ اگر ایک چیز دور سے پوری طرح سے نظر نہیں آتی اور شک ہے کہ شیر ہے یا انسان تو احتیاط کا مقتضیٰ یہی ہے کہ نزدیک نہ جائے مگر جب قریب کا خوب اچھی طرح دیکھ رہا ہے کہ شیر آ رہا ہے خود بھی جانتا ہے اور دوسرے ہزاروں آدمی کہہ رہے ہیں کہ شیر آ رہا ہے مگر پھر بھی شکاری صاحب کوئی نہیں مانتے اور یہ فرماتے ہیں کہ میں احتیاط کرتا ہوں کہیں یہ آدمی نہ ہو تو یاد رہے کہ اس احتیاط کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بے احتیاطی ہو جاتی اور مسلمانوں کی جان کھو دیگا۔ یہ احتیاط نہیں ہے بے احتیاطی ہے جب ایک شخص نے قطعاً یقیناً ایک ضروری دین کا انکار کیا اور وہ انکار محقق ہو گیا تو اب اسکو کافر نہ کہنا خود بے احتیاطی ہے کیونکہ مرتد ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو فحش گالیاں دیں جو آگے لکھی جاتی ہیں اس کے بعد بھی کوئی شخص مرزا صاحب کو مسلمان ہی کہے تو اسکا یہی مطلب ہوا کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرنا یا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نہ کرنا اس کے نزدیک ضروریات اسلام سے نہیں ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے گالیاں دینے کے بھی جب آدمی مسلمان ہو سکتا ہے تو حاصل یہی ہوا کہ اسلام نے گالیاں دینی اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے کی اجازت دی ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔ تو مرزا صاحب کو کافر اور مرتد نہ کہکر خود ایک ضروری دین کا انکار کر کے کافر ہو گیا یا مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ نماز پنجگانہ اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج یہ فرض نہیں اور مسئلہ کوئی اپنے نزدیک تاویل بھی کر لے تو اب یہ شخص بوجہ ضروریات دین کے منکر ہونے کے کافر ہو گیا مرتد ہو گیا۔ پھر بھی باوجود اس کے ایک شخص احتیاط کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے مسلمان ہی کہو تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ یہ فرائض اربعہ اسکے نزدیک فرض نہیں اور ان کی فرضیت کا انکار ضروریات دین سے نہیں حالانکہ ان کو فرض جاننا ضروریات دین سے ہے۔ تو اب اس کی احتیاط کا حاصل یہی ہوا کہ اس نے چار ضروریات دین کا انکار کیا اور خود کافر اور مرتد ہو گیا۔ ورنہ اسکے معنی کیا کہ یہ چیزیں تو ضروریات دین سے ہوں مگر منکر کافر نہ ہو اور مسلمان باقی رہے۔

جیسے کسی مسلمان کا اقرار توحید و رسالت وغیرہ عقائد اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنا کفر ہے کیونکہ اس نے اسلام کو کفر بتایا اسی طرح کسی کافر کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اس نے کفر کو اسلام بنا دیا، حالانکہ کفر کفر ہے اور اسلام اسلام ہے۔ اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں بعض لوگ کہیں احتیاط کرتے ہیں حالانکہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہو اسے کافر کہا جائے کیونکہ منافقین توحید و رسالت کا اقرار کرتے تھے پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اہل قبلہ تھے انہیں بھی مسلمان کہو گے۔ اہل قبلہ کے یہی معنی ہیں کہ تمام ضروریات دین کو

نہیں۔ اگر یہ نتیجہ صحیح ہے تو تمام دین و دنیا کا یہی تباہ و برباد ہو جائیگا کوئی عالم ایسا ہی تاجل از فوت نہیں ہوا مگر اُس سے کچھ
نہ کچھ غلطی نہ ہو سکی ہو۔ پولیس کے جس قدر چالان ہیں کیا سب سچے ہی ہوتے ہیں اور جس قدر چالان سچے ہوں ان میں کیا تمام
کو سزا بھی ضروری ہے۔ تو اب اس بنا پر تمام بدمعاش چور رہا ہو جائیں گے۔ نہ بعض حکام غلطی کرتے ہیں بعض بد
نیت ہوتے ہیں بعض چالان پولیس کے صحیح ہوتے ہیں بعض غلط۔ لہٰذا چور بدمعاش جرم سے بچا ہی ہو معافی
کریں اور ان کو کوئی سزا نہ دی جائے اور پولیس کا کوئی چالان قابل توجہ نہ رہے۔ جس کو پولیس چور کہے اس کو بے عیب
محدث اور ولی کہا جائے۔ جیسے دنیا میں تمام احکام کی جانچ ہوتی ہے اسی طرح فتوؤں کو بھی اُن کی اصول پر پرکھا جاوے
اگر صحیح ہو تو مانو ورنہ غلط ہیں۔ یہ تو نہیں کہ کسی عالم کی غلطی یا بد بختی سے تمام دنیا کے علماء کے سچے فتوے
بھی قابل قبول نہ رہیں۔ اگر ایسا ہو تو قیامت برپا ہو جائے نہ دین رہے نہ دنیا۔ کیا کوئی شخص مسیلمہ کذاب اور
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے امثال کو دیکھ کر یہ کہہ دیگا کہ جو مدعی نبوت ہے وہ معاذ اللہ ایسے ہی ہوتے
ہیں۔ سلسلۂ نبوت ہی کو غلط بتا کر تمام دین سے سبکدوش ہو جائیگا۔ مسیلمہ، سجاح، مرزا علی محمد باب بہاء اللہ وغیرہ کے
جھوٹے دعوے نبوت سے سب نبیان نبوت معاذ اللہ جھوٹے اور غیر قابل اعتبار تصور ہو سکتے ہیں۔ دنیا میں
جھوٹ سچ دونوں ہی ہیں۔ مگر جھوٹ جھوٹ ہے سچ سچ۔ غرض یہ عذر ایک ایسا لغو عذر ہے جس کو کوئی اہل علم قابل
التفات نہیں دیکھ سکتا۔ مرزا غلام احمد اور ان کے تمام پیروان کے کفر و ارتداد پر علماء کا اتفاق ہے یہاں تک کہ
جو کسی کے کفر و ارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یہ حکم کفر کا قطعی و یقینی ہے وہ بالکل سچ ہے ان کو
توبہ کرنی چاہیئے۔ یہ غلط حیلے مفید نہیں۔

یہ عذر کرتے ہیں دیکھا ہے کہ تکفیر کرتے ہیں چنانچہ | مرزائی جب بہت تنگ اور عاجز ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم علماء دیوبند کا
علماء دیوبند کو بھی علماء بریلی کافر کہتے ہیں خوب | ہندوستان میں کہ اسلام اور حنفیت کا مرکز ہے حقہ عقائد تمہیں ہم
ہیں ان کو بھی تو مولوی احمد رضا خاں صاحب اُن کے ہم خیال کافر کہتے ہیں تو کیا علمائے دیوبند کافر ہیں۔ اگر وہ کافر نہیں تو
پھر مرزائی کیوں کافر ہیں۔ اس کا جواب بھی خوب توجہ سے سن لینا چاہیئے۔ علمائے دیوبند کی تکفیر اور مرزا صاحب و مرزائیوں
کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے چوپایوں
مجانین کے علم کو آپ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) علم کے برابر کہتے ہیں شیطان کے علم کو آپ کے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) علم سے زائد
کہتے ہیں لہٰذا وہ کافر ہیں۔ تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل سچ ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے مگر ہم

مضمون ہے لہٰذا ہم بھی آپ کے اس نتیجہ پر شکر کرتے ہیں بلکہ ایسے مومن کو جو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے یہ عقاید بیشک کفریہ عقائد ہیں مگر خانصاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے یا لکھتے ہیں یہ غلط ہے افترا ہے بہتان ہے۔

جب ہم ان عقائد کو کفر بواح سمجھتے ہیں تو ہم ان کے معتقد کیسے ہو سکتے ہیں۔ نہ یہ کلمات کفریہ ہم نے کہے نہ ہمارے

بزرگوں نے نہ ایسے مضامین ہمیشہ ہمارے قلب میں آئے ہم تو ایسے شخص کو جس کا یہ اعتقاد ہو قطعی کافر جانتے ہیں مندرجہ

وہ عبارات جن کی طرف ان مضامین خبیثہ کو منسوب کرتے ہیں ان کا مطلب صاف ہے جو ان مضامین کے بالکل مخالف

ہے۔ اب یہ سوال کہ پھر خانصاحب نے ایسا کیوں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی تیرھویں صدی کے فرضی مجدد

ہی ہونے کے مدعی تھے۔

مشاہیر مجدد فرضی کا یہی حال ہوتا ہے مرزا صاحب نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر کہا، خانصاحب

نے بھی تمام مخالفوں کو کافر کہا ندوۃ العلماء ہوا تب جو شریک ہو جو اس کا ممبر ہو جو کسی ندوی سے سلام کرے وغیرہ وغیرہ

سب کافر ہو۔ وہابیہ کافر، غیر مقلد کافر، نیچری سب کافر غرض جو ان کا ہم خیال نہیں وہ کافر حتی کہ خود کافر مرید کافر ان کے

پیر بھی کافر کفر کی مشین گن ہی جو ہنوز کم و بیش چند مطلقان میں شریک نہ ہوئے تحریک خلافت میں شریک نہ ہوئے بلکہ

جو شریک ہو وہ کافر اب میں زیادہ کچھ عرض نہیں کرتا۔ دیکھنے والے خود سمجھ لیں کہ عوام مسلمانوں کی بہبودی کا ہوا

خانصاحب نے کفر کے دورے تھے یا یہی نہیں مولوی عبدالباری صاحب ایک وجہ سے کافر اور جب مولوی ریاست

علی خانصاحب شاہجہانپوری سے گفتگو ہوئی تو دوچار روپیہ بھی شکوک سی ہی از بین دار وغہ جیسے ہی جو تشریف آئے کے معتقد

مرید بھی وہابیہ جو کر رہے ہیں سو معلوم ہے غرض کوئی محبوب ہی ہے پردہ زنگاری میں بڑے مجدد اور جھوٹے مجدد

ایک ہی تھیلی کے چٹے معلوم ہوتے ہیں کہ کسی ایک ہی ابرو کے تیر کے شکار ہیں دونوں کی غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا

میں ہوائے ان کے ان مذاہب کے کوئی مسلمان نہ رہے۔ الحمد للہ جیسے مسلمان میں معلوم ہے ان مقامات کی تشریح دیکھنی ہو تو ملاحظہ ہو۔

السحاب المدرار توضیح قول الاخبار۔ توکیۃ الخواطر عما القی فی امنیۃ الاکابر۔ توضیح البیان فی حفظ الایمان

ختم النبوت لمن تعوذ عن العظیمین۔ الختم علی لسان الخصم وغیرہ یہ مسئلہ تو بیان میں آگیا ہے

اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علمائے اسلام مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر کہنا ان میں زمین و آسمان کا

فرق ہے۔ اب پھر کیسی سکون پذیر انداز خانصاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ

انہوں نے انہیں سمجھا تو خانصاحب پر لگتا علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے

جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لئے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے

تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر مرتد کہنا فرض ہو گیا اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں چاہے وہ ملا ہوں یا مولوی ہوں یا مفتی خطیب وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اب جیسے علمائے دیوبند کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء نہ کہے کسی کو بھی منصب نبوت کا ملنا ممکن جانے سمجھے وہ قطعاً کافر ہے۔ اس کی مرزا صاحب کہلوا دو وہ مر گئے تو خود کہہ دو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نبی موجود نہیں ہو سکتا جو مدعی نبوت ہو خواہ حقیقیہ ہو یا کسی کو نبی کہے وہ کافر ہے پھر تم سے کہنا ہم تمہارے ساتھ ہیں کوئی آنکھ بند کر کے تو تمہیں دیکھے اس صورت میں بتاؤ تو ہاتھ سے جلتے ہیں گر اسلام ملت ہے کہ مرزا صاحب کو کافر کہنا ہو گا جیسے علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے آپ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) علم سے علم شیطان لعین کو زیادہ کہے یا آپ کے صلی اللہ علیہ وسلم علم کے برابر صبیان و مجانین و بہائم کو کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے جہنمی ہے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم علم الخلق میں زیادہ کیا معنی آپ کے علم کے کوئی برابر بھی نہیں ہو سکتا بلکہ علم نبوی سے کسی کے علم کو نسبت ہی نہیں تم کہو وہ کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے انہیں گالیاں دے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان کرے ان سے مساوات کرے وہ کافر ہے مرتد ہے مرزا صاحب نے بیشک عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کی لہذا مرزا صاحب بیشک کافر مرتد ملعون جہنمی ہیں کہو اس کی ہمت ہے اگر نہیں تو پھر علمائے دیوبند سے تمہیں کیا واسطہ وہ پکے مسلمان تم پکے کافر مرتد۔ غضب خدا ہے جو وجوہ کفر پیر ظاہر کئے جاتے ہیں تم انکو کفر ہی نہیں جانتے تم تو ان کو عین ایمان کہتے ہو۔ ختم نبوت کا انکار کر کے گفتگو کرتے ہو قرآن و حدیث سے اجرائے نبوت کو ثابت کرتے ہو۔ مرزا مدعی نبوت کو مجدد محدث۔ ولی۔ مسیح موعود کیا کیا مانتے ہو۔ مرزا صاحب سے جب کہا جاتا ہے کہ تم اپنے کو عیسیٰ علیہ السلام سے فضیلت دیتے ہو تو مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ میں کیا خدا نے اس کے رسول نے مسیح موعود کو اسکے کارناموں کی وجہ سے مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیا تو یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یوں کہا جاتا ہے کہ تم اپنے کو ان سے افضل کیوں قرار دیتے ہو۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم نے یہ کہا تو جواب ملتا ہے کہ ہاں کیا انبیاء بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر نہ ہو سکے۔ غرض جو الزام لگایا گیا اس سے انکار نہیں بلکہ اقرار کے ساتھ اس کو عین ایمان بتایا جاتا ہے۔ اب تو معلوم ہو گیا کہ علمائے دیوبند کی تکفیر میں اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ علمائے دیوبند ان امور کی بناء پر کافر بتائے جاتے ہیں جن سے وہ بری ہیں انکو کفر خالص اعتقاد کرتے

ہیں اور مرزا صاحب اور مرزائی عقائد کفریہ اقوال کفریہ کو تسلیم کرتے ہیں فخراً اقرار کرتے ہیں اُن کو عین ایمان سمجھتے ہیں اور جو کہیں کہیں تاویل کرتے ہیں تو وہ باطل تاویل ظلم بالائے ظلم ہوتی ہے قابلہ ہے ایک جگہ تاویل کرتے ہیں کہ ہمارا صاحب کا دوسرا کلام اس کی تنقید کرتا ہے بیچارے عاجز ہیں مگر ایمان سے دشمنی ہے مرزا صاحب کو جھوٹا نہیں کہتے اس غرض سے یہ رسالہ لکھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ مرزائیوں کو اس سے ہدایت اور مسلمانوں کو استقامت عنایت فرمائے، ابھی تک بعض تعلیم یافتہ مسلمان اس سے ناواقف ہیں کہ ان صریح کفریات کو بھی دیکھ کر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو مسلمان ہی کہے جاتے ہیں،

ایک بات اور قابل ذکر ہے مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش کرتے ہیں۔

جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم اور عظمت شان کا اقرار ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ تھے ایک مدت تک مسلمان تھے اور چونکہ دجال تھے اس وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے تو یہ اقوال مفید نہیں جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھا دیں کہ میں نے جو غلط معنی ختم نبوت کے خود بیان کئے تھے وہ غلط ہیں صحیح معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا یا عیسیٰ علیہ السلام کو جو فحش بکواس گالیاں دیکر کافر ہوا تھا اُس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں سو دو نہ دیں تو مرزا صاحب اور تمام مرزائی الفاظ اسلام ہی کے بولتے ہیں اسی وجہ سے مسلمان دھوکہ میں آ جاتے ہیں کہ یہ تو ختم نبوت کے بھی قائل ہیں عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم بھی کرتے ہیں قرآن کو بھی مانتے ہیں حشر اجساد پر بھی ایمان لاتے ہیں غرض تمام آمنت باللہ اور ایمان مجمل اور مفصل زبر ہے پھر مسلمان کیوں نہ ہوں گے مگر مسلمان یہ ان کے الفاظ ہیں لیکن مقصود نہیں جو قرآن و حدیث نے بتلائے ہیں مضمون کہہ دیں جو مرزا صاحب نے تصنیف کر کے کفر کی بنیاد ڈالی ہے لہذا جب تک مرزا صاحب اور مرزائیوں کی لکھی جاتی ہیں جب تک ان مضامین سے صاف توبہ نہ دکھائیں یا توبہ نہ کریں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں مسلمانوں کی واقفیت کے لئے مرزا صاحب اور ان کے اذناب کے چند اقوال لکھ دئے ہیں ورنہ تتبع کیا جائے تو معلوم اور کس قدر ایسے کفریات بھرے ہوں گے۔

جملہ اہل اسلام کی خدمات میں عرض ہے کہ اس عاجز محتاج الی رحمت اللہ الغفار کے لئے اور جملہ اہل اسلام کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام پر قائم رکھے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق جو مرزائی جواب دیتے ہیں وہ تو ان سطور میں بفضلہ تعالیٰ پورے آگئے ہیں رہا مسئلہ ختم نبوت و دعویٰ نبوت سو بیچاریوں کیلئے تو مرزا صاحب کی یہ عبارات ہی کافی ہیں کہ مرزا صاحب

علماء دیوبند جواب دیں

عرب وعجم کے علمائے اہل سنت نے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات، کلمات، اور مقالات پر کفر کا فتویٰ دیا ہے خود علمائے دیوبند بھی ایسی عبارات اور ایسے کلمات کے بارے میں کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ ان فتووں کا حاصل یہ ہے کہ جو ایسا کہے وہ کافر ہے یعنی ان فتووں کا تعلق الفاظ سے ہے عقیدہ اور نیت سے نہیں ہے۔

علمائے دیوبند اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے پورا زور اس پر صرف کر دیتے ہیں کہ کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ علمائے عرب نے جب پوچھا کہ تم نے یہ باتیں کہی ہیں؟ تو ان کے جواب میں بھی یہی لکھا کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ حالانکہ جب فتویٰ کفر کا تعلق لفظوں سے ہو اور سوال بھی یہ کیا جائے کہ لفظ تم نے کہے ہیں یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ گستاخانہ الفاظ ہم نے نہیں کہے، مگر وہ ایسا نہیں کہتے کیونکہ یہ الفاظ ان کی کتابوں میں چھپے ہوئے موجود ہیں اور پیشِ نظر کتاب دعوتِ فکر میں بھی ان کا عکس موجود ہے۔ لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ عقیدے کا تعلق دل سے ہے اور دل کو چیر کر کون دیکھ سکے گا۔

علماء دیوبند سے استفسار

۱۔ جو شخص عقیدہ رکھے بغیر گستاخانہ عبارات وکلمات کہتا ہے علمائے عرب وعجم کے ارشادات الشہاب الثاقب، اشد العذاب اور المہند کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہے؟

۲۔ وہ گستاخانہ عبارات، مقالات، اور کلمات جن پر عرب وعجم کے علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے علماء دیوبند نے کسی کتاب میں لکھے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں لکھے تو آئندہ صفحات میں جن کتابوں کے عکس دیئے جا رہے ہیں وہ کتابیں کس کی تصنیفات ہیں؟ کس نے شائع کی ہیں؟ اور آپ کی ان کے بارے میں کیا رائے ہیں۔

تابش قصوری

نام کتاب: تحذیر الناس
مصنف: مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیو بند
مطبوعہ: دار الاشاعت کراچی۔
صفحہ نمبر: ۲۴،۱۸،۵،۴

خط کشیدہ عبارت ص ۵۔۴ کی ابتدا میں بتایا "عوام کے خیال میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ زمانہ کے تقدم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔"

اس بات کو بنیاد قرار دے کر آیہ مبارکہ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ" اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ."[1]۔ پر بحث کرتے ہوئے لکھا کہ اس آیت کو تاخر زمانی کے معنی میں لیا جائے تو یہ آیت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مدح میں نہیں ہو سکتی۔ چونکہ یہ آیت مقام مدح میں واقع ہے اس لئے خاتم بمعنی آخری نبی نہیں ہو سکتا۔

پھر اس پر مزید اضافہ کیا۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مان لیا جائے تو اس سے تین خرابیاں لازم آئیں گی۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ پر زیادہ گوئی کا وہم ہوگا (نعوذ باللہ) کیونکہ جب خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مان لیا گیا تو یہ آیت کریمہ مدح نہ ہوگی اور لفظ خاتم اوصاف نبوت میں سے نہ ہوگا۔ بلکہ قد و قامت اور شکل و رنگ کی طرح ایسا وصف ہوگا جس کو نبوت اور اس کے فضائل میں دخل نہ ہوگا۔

دوسری خرابی یہ لازم آئے گی کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہوگا کیونکہ خاتم النبیین کا معنی اگر آخری نبی مان لیا گیا تو اب یہ وصف مدح اور کمال نہ رہے گا۔ جبکہ ایسے اوصاف جن میں مدح کمال نہ ہو ایسے ویسے لوگوں کے لئے بیان کیے جاتے ہیں۔

تیسری خرابی کو یوں بیان کیا اگر اس آیت قرآنی میں اس دین کے آخری ہونے کو بیان کرنا مان لیا جائے جو اگر چہ قابل لحاظ ہو سکتا ہے۔ مگر اس صورت میں قرآنی آیت کے دونوں جملوں مَاكَانَ مُحَمَّدٌ" اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. میں بے ربطی پیدا ہو جائے گی جو کہ اللہ تعالیٰ کے معجزہ کلام میں متصور نہیں ہو سکتی۔

ان تین مفروضہ دلائل سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی (تاخر زمانی)

1۔ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اللہ کے رسول ہیں اور اس کے نبیوں کے پچھلے۔ الاحزاب۔۵۔

درست نہیں ہے۔ لکھا کہ یہاں خاتم النبیین کی خاتمیت کی بنیاد اور بات پر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں خاتم کا معنی بالذات (بلا واسطہ) نبی کے ہیں یعنی خود حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور دیگر انبیاء علیہم السلام بالعرض بالواسطہ نبی ہیں۔

پھر ص ۱۸ اور ۳۴ کی عبارت میں اس بات کی تصریح کر دی ہے۔ آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تب بھی خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

بعض لوگ یہاں پر لفظ ''فرض'' کا سہارا لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ بات فرض کی گئی ہے جبکہ فرض تو محال کو بھی کہا جا سکتا ہے۔ حالانکہ وہ چشم پوشی سے کام لیتے ہیں۔ کیونکہ فرض اگر چہ محال کو بھی کیا جا سکتا ہے مگر محال کے فرض کرنے پر فساد اور بطلان لازم آیا کرتا ہے۔ محال کے فرض کو امکان یا صحت لازم نہیں آتی۔ جبکہ یہاں بعد میں پیدا ہونے والے نبی کو فرض کرنے پر کہا گیا ہے کہ کوئی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ خاتمیت میں فرق نہیں آتا۔

نیز یہاں فرض تقدیری نہیں ہے۔ بلکہ فرض تجویزی ہے۔ اس لئے انہوں نے فرض کے ساتھ لفظ تجویز بھی استعمال کیا ہے۔ غرض یہ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال کہنا (جبکہ یہی معنی قطعی ہے اور اسی پر اجماع صحابہ اور اجماع امت ہے۔) پھر واضح طور پر تاخر زمانی کے لحاظ سے آخری نبی کے معنی کو تین طرح سے نادرست ثابت کرنا اور ساتھ ہی یہ تصریح کرنا کہ خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کے ہیں اور اس پر صراحتہً بار بار یہ کہہ دینا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانہ میں یا آپ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو ''خاتمیت محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

یہی وہ عبارات ہیں جن کی بنیاد پر قادیانی مرزا نے اپنی نبوت کی عمارت قائم کی۔

تابش قصوری

إِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

الحمدللہ والمنۃ کہ یہ رسالہ مؤلفہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب مدظلہٗ
نانوتوی مزیل الالتباس اور موقع اثر ابن عباس مسمّٰی بہ

تحذیر النّاس

از حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

ختم نبوت اور فضیلت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر نہایت جامع و محققانہ کتاب

مع تکملہ

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ

ناشر

دار الاشاعت اردو بازار کراچی ۱

فون ۲۱۳۷۶۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس باب میں کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی درباره قول ابن عباسؓ جو درمنثور وغیرہ میں ہے۔ ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم ابراھیم کابراھیمکم و عیسیٰ کعیسٰکم و نبی کنبیکم کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے۔ اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں۔ اور ہر طبقہ میں مخلوق خدا ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلعم کے ثابت نہیں۔ اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے۔ کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلعم کے ہوں اس لیے کہ اولاد آدم جس کا ذکر لقد کرمنا بنی آدم میں ہے۔ اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقہ کے آدم کی اولاد ہے۔ بالاجماع اور ہمارے حضرت صلعم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلا شبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے۔ پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں۔ آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لوں گا۔ میرا اصرار اس تحریر پر نہیں پس علماء شرع سے استفتاء یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا نہیں۔ اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ خاتم النبیین و سید المرسلین و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنے خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنے ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء

سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا
کہ تقدم یا تأخر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول
اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا۔ ہاں اگر اس وصف
کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ
خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے
کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اسمیں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے
آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ
اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا
اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا
احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں ۱؎ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔
باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل
جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَا کَانَ
مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ اور جملہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں کیا تناسب تھا
جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار
دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں
متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقعے تھے۔ بلکہ
بنا خاتمیت اور بات پر ہے۔ جس سے تأخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا
ہے۔ اور افضلیت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف
بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف بالعرض
کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی
ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب
اور استعار نہیں ہوتا مثال درکار ہو تو لیجئے زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر
آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف

۱؎ اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرنے میں ر

سلسلۂ علم و عمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنے تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین اس بات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ کیجیے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم کہیے۔ اسی طرح اطلاق لفظ مثلہن جو آیہ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ ؕ میں واقع ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ سوا تباین ذاتی ارض و سما جو لفظ سموٰت اور لفظ ارض سے مفہوم ہے اور ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بمنزلہ استثناء ہے اور نیز علاوہ اس تباین کے جو بوجہ اختلاف لوازم ذاتی یا اختلاف مناسبات ذاتی خواہ منجملہ لوازم وجود ہوں یا مفارق بین السماء والارض متصور ہے، اور بالالتزام مستثنیٰ ہے بجمیع الوجوہ بین السماء والارض مماثلت ہونی چاہیے سو اس میں سے مماثلت فی البعد اور فوق و تحت ہونے میں مماثلت تو اسی حدیث مرفوع سے معلوم ہوتی ہے جس سے تحقق سبع ارضین معلوم ہوا ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ امام ترمذی اور امام احمد باب بدء الخلق میں اس کو روایت کیا ہے اور ترمذی میں کتاب التفسیر میں سورۂ حدید کی تفسیر میں روایت کیا ہے وہ حدیث یہ ہے

وعن ابی ھریرۃ قال بینما نبی اللّٰہ صلعم جالس واصحابہ اذ اتی علیھم سحاب وقال نبی اللّٰہ صلعم ھل تدرون ما ھذا قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم قال ھذہ العنان ھذہ روایا الارض یسوقھا اللّٰہ الی قوم لا یشکرونہ ولا یدعونہ ثم قال ھل تدرون ما فوقکم قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم قال فانھا الرقیع سقف محفوظ وموج مکفوف ثم قال ھل تدرون ما بینکم وبینھا قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم قال بینکم وبینھا خمس مائۃ عام ثم قال ھل تدرون ما فوق ذالک قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم قال سماءان بعد ما بینھما خمسمائۃ سنۃ ثم قال کذالک حتی عد سبع سمٰوٰت

ہوں گی اور اوپر کے زمین کی فرد اکمل یعنی محمد رسول اللہ صلعم کی روح پاک
جیسے ارواح انبیاء و مومنین کے لئے منبع ہو گی ایسے ہی فرد اکمل زمین ثانی
کے لئے بھی منبع ہو گی۔ اور اس کی روح پاک باقی اس زمین کے سکان کے لئے بھی
منبع ہو گی اور فرد اکمل زمین سوم کے لئے بھی منبع ہو گی علی ہذا القیاس نیچے زمین
تک خیال کر لو اور تقریر سے یہ وہم بھی مرتفع ہو گیا کہ یہاں کا ہر ہر فرد حاکم و متبوع
ہے اور ارض ماتحت کی افراد مقابلہ و متناظرہ اپنے اپنے نظائر کے تابع بلکہ فقط فرد
اکمل کا متبوع ہونا اور ارض سافل کے فرد اکمل کا اس کی نسبت اول تابع اور اس کے
سبب افراد باقیہ کا تابع ہونا سمجھا جاتا ہے مثال مطلوب ہے تو اول آفتاب اور
آئینہ کے حال پر غور کیجئے اوپر کی دھوپیں ان دھوپوں کی اصل نہیں جو آئینہ صحن سے
پیدا ہوئے ہیں دوسرے دیکھئے لاٹ تو لفٹنٹ پر مثلاً حاکم ہے اس کی اردلی کے لوگ
اس کی اردلی کے حاکم نہیں البتہ لاٹ بواسطہ لفٹنٹ ان پر بھی حاکم ہے جیسے آفتاب بواسطہ آئینہ
نیچے کی دھوپوں کا بھی مخدوم تھا اس تقدیر پر نیچے کی زمین سے سلسلہ نبوت شروع ہو گا اور
رسول اللہ صلعم کے اوپر وہ سلسلہ ختم ہو گا جیسے یہاں کی نبوت کا سلسلہ بھی آپ ہی پر
اختتام پاتا ہے اتنا فرق ہے کہ یہاں انبیاء باقیہ میں باہم نسبت حکومت و محکومی محض
باشارہ عقلی نہیں نکال سکتے اور نیچے کی زمین سے جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس میں باشارہ
عقلی ہم کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے زمین والے تیسری زمین والوں پر حاکم ہیں۔ اور تیسری
زمین والے چوتھی زمین والوں پر علے ہذا القیاس سو اس فرق کی تصحیح اگر مثال سے منظور
ہے تو سنئے کہ ہم بادشاہ کو لاٹ پر اور لاٹ کو لفٹنٹ پر حاکم تو فقط اتنی ہی بات کے
بھروسہ پر کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ان مراتب کا باہم فوق و تحت ہونا معلوم ہے پر لاٹ
یا لفٹنٹ کے محکمہ اور عملہ میں یہ حکم برابر جاری نہیں کر سکتے غرض ایک سلسلہ نبوت
تو فوق تحت میں واقع ہے اور باعتبار فرق مراتب مکانی آسکے فرق مراتب کی
طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ایک سلسلہ نبوت ماضی و مستقبل میں واقع ہے اور باعتبار
فرق مراتب زمانی اس کے فرق مراتب کی طرف سے کی گئی شرح اس کی یہ ہے کہ

نام کتاب: حفظ الایمان

مصنف: مولوی محمد اشرف علی تھانوی

مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ

صفحہ نمبر: ۱۳

آئندہ صفحات میں مولوی محمد اشرف علی تھانوی کی کتاب ''حفظ الایمان'' کے صفحہ کا فوٹو ہے۔ جس میں انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق بحث کرتے ہوئے علم غیب بالواسطہ کل ہوگا یہ بعض کل تو عقلاً محال ہے اور اگر بعض ہے تو ایسا علم ہر صبی (بچے)، مجنون (پاگل)، حیوانات اور بہائم (چوپائیوں)، کو بھی حاصل ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے؟

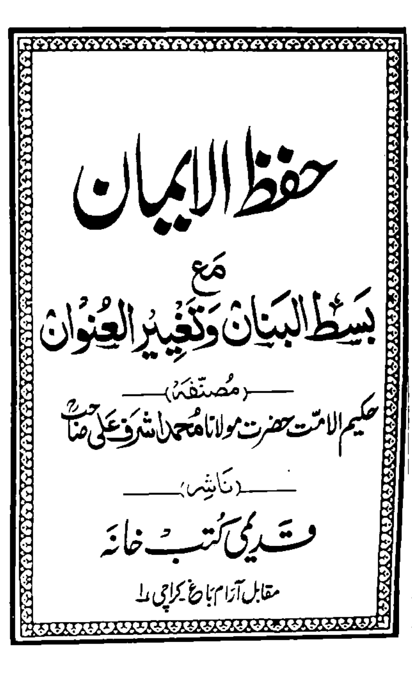
ظاہر ہے کہ جب کل علم محال ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بعض علوم مان کر ان علوم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پاگلوں، بچوں، حیوانوں، اور چوپائیوں کے ساتھ تشبیہ دینا کس مسلمان کو برداشت ہوسکتا ہے؟

جبکہ کوئی غیرت مند انسان اپنے باپ جیسے بزرگوں کے لئے مادی جسم کے لحاظ سے بھی حیوانوں اور چوپائیوں کے ساتھ تشبیہ کو گوارا نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کے روحانی کمالات میں یہ تشبیہ گوارا کر لی جائے۔

جبکہ عرف اور محاورہ میں کسی معزز شخصیت کو حقیر چیزوں کے ساتھ اشتراک کے طور پر ذکر کرنا معزز شخصیت کی توہین قرار پاتی ہے۔ چنانچہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مجلس میں جب یہ ذکر ہوا کہ نمازی کے آگے سے کتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا۔

''تم نے ہمیں (عورتوں کو) کتے اور گدھے کے مشابہ کر دیا۔ تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے مساوی کر دیا۔ (مسلم شریف ص ۲۱۸)

اس واقعہ میں صرف جنس عورت کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا گیا ہے جبکہ کسی معزز شخصیت کا ذکر تو کیا کسی شخص کا بھی ذکر نہیں ہے۔ مگر باوجود اس کے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس انداز سے بیان کو عورتوں کی توہین قرار دیا۔



حفظ الایمان

مع

بسط البنان وتغییر العنوان

(مصنفہ)

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحبؒ

(ناشر)

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ کراچی ۱

تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہا بتاویل اسناد الی السبب
کے بھی اطلاق کرنا ناجائز نہ ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا
بمعنیٰ مالک اور معبود بمعنیٰ مطاع کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح آپ پر عالم الغیب
کا اطلاق اس تاویلِ خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی
نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالیٰ
کے لئے ثابت نہیں۔ پس اگر اپنے ذہن میں معنیٰ ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہنا پھرے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں۔
(نعوذ باللہ منہ) تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا
گوارا کر سکتا ہے؟ اس بنا پر تو بانوا فقیروں کی تمام بے ہودہ صدائیں بھی خلاف
شرع نہ ہوں گی تو شریعت کیا ہوئی بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہا بنا لیا جب چاہا
مٹا دیا۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو
دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب،
اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو
زید وعمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل)، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے
بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے
شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ پھر اگر زید اس کا التزام
کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں
شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ
سے کب ہو سکتا ہے۔ اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا

نام کتاب: براہین قاطعہ
مصنف: مولوی خلیل احمد انبیٹھوی
مصدقہ: مولوی رشید احمد گنگوہی
مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی

''شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں''

اس عبارت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا'' مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔'' (معاذ اللہ)
حالانکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس من گھڑت روایت کو نقل کر کے اس کا رد کیا ہے اور آخر میں ''اصلے ندارد'' فرمایا ہے کہ اس روایت کا کوئی ثبوت اور اصل نہیں۔
دیکھئے کتاب مدارج النبوۃ جلد 1 ص 7۔
''جوابش آنت کہ ایں سخن اصلے ندارد''
حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کے آخری جملہ ''اصلی ندارد کو چھوڑ دیا اور مردود روایت کو حضرت شیخ کی طرف منسوب کر دیا۔
خط کشیدہ دوسری عبارت میں ہے۔
''شیطان سے افضل ہو کر اعلم من الشیطان ہوگا۔ معاذ اللہ''
اس عبارت میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنے مخالف مولف ''انوار الساطعہ'' کا رد کرتے ہوئے اس پر الزام دے رہے ہیں کہ مولف اپنے زعم میں بڑا اکمل ایمان ہے۔ تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر شیطان سے علم میں بڑا اور اعلم من الشیطان ہوگا۔ انبیٹھوی صاحب نے شیطان سے افضل واعلم ہونے کو گناہ سمجھتے ہوئے ساتھ ہی معاذ اللہ کہہ دیا۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ کسی کا شیطان سے افضل ہونا مولوی صاحب کو گوارا نہیں۔ اسی لیے انھوں نے اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت علم کی نفی کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ شیطان اور ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور یہ نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا شیطان اور ملک الموت کے لئے ایسا علم جو محیط روئے زمین ہونا ضروری ہے۔
اور پھر کہا کہ شیطان اور ملک الموت کے اس حال پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیاس نہ

کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے وسعتِ علم پر کوئی نص نہیں ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسا علم ماننا شرک ہے۔

اس بحث سے قطع نظر کہ شیطان کے لیے علم محیط روئے زمین کے اثبات پر کوئی نص قطعی ہے اور یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہی وسعتِ علمی شرک اور کفر کیسے ہوگئی، جبکہ شیطان کے لئے یہی وسعتِ علمی ثابت ہو۔

ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں شیطان کا ذکر کرنا اور پھر علمی کمال میں شیطان کو بڑھانا اور اس کے مقابلے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کمال میں نیچا دکھانا کیا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بے ادبی ہے یا نہیں؟

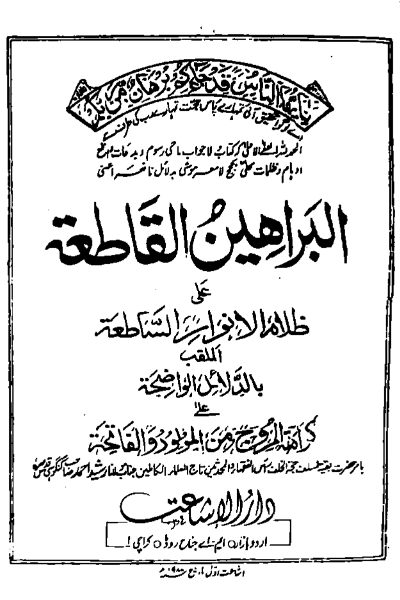
پہلے براہینِ قاطعہ کے ص 6 کا عکس ملاحظہ ہو۔ خط کشیدہ عبارت جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے امکانِ کذب جھوٹ کا قول کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ خلف وعید امکانِ کذب ہے۔ حالانکہ قیامت میں خلف وعید بالفعل محقق ہے۔ جس سے ان کے نزدیک کذب بالفعل محقق ہونا ثابت ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ سے بالفعل کذب کا صدور ماننا کفر ہے۔

نوٹ: براہینِ قاطعہ کے ص 6-55 کے عکس میں یہ خیال رہے کہ صفحہ میں درمیانی خط کے نیچے براہینِ قاطعہ ہے۔ اور اوپر انوارِ ساطعہ

تابش قصوری



يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اے لوگو تحقیق آئی تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے

الحمد للہ تعالیٰ کہ کتاب لاجواب ماحی رسوم و بدعات و ہرج مرج
اوہام و ظلمات محق نتیجہ لامعہ روشن بدلائل ناصرہ اعنی

البراهين القاطعة

على

ظلام الأنوار الساطعة

الملقب

بالدلائل الواضحة

على

كراهة المروّج من المولود والفاتحة

از حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف شمس الفقہاء بدر المحدثین تاج العلماء الکاملین جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ

دار الاشاعت

اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱

اشاعت اول [illegible]

۹

لاکھوں کروڑوں درود اس امام رسل پر کی روح پرفتوح پر جس کے فیض تعلیم ہدایت سے ہر زندہ دل اپنے مردگانِ خشک کی طرح تر و تازہ و دو
سے راحت رساں کر ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف الرحیم
اما بعد: اہل اسلام کو یہی اس حالت نازک پر رونا چاہیئے کہ اسلام ایک گل پژمردہ کی طرح موج اختلافات میں ہے اور فاتکسہ بلاد
ہے۔ اور عناد و فساد ایک تند باد شدید ظلمانی کی طرح ہر طرف سے اٹھا چلا آتا ہے عنقریب نہیں کہ سینے صاف ہیں سیکڑوں مفسد
ہزاروں اختلافات کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عزاسمہ جس کی شان عالی یہ ہے ومن اصدق من اللہ حدیثا اللہ تعالیٰ سے زیادہ کا ذکر

کرکے مدح کرکے داد چاہتا ہے اور اس قیمہ احاطہ علم چند جہلائی تحسین پر اپنے جاری نہیں ہوا چنانچہ خود تحریر رسالہ کو اس کا دعوے
کی ہے لہذا خوب روشن ہوگیا اور مثل آفتاب نیمروز کے واضح ہوا کہ مولف اس کا مولوی عبد السمیع رامپوری ہے جو میرٹھ میں بمکان
شیخ الٰہی بخش مرحوم رہتا ہے کہ اس نے ابتدا طفلی سے رسائل مبتدعین کو جمع کرکے یہ علم اپنا بہم پہنچایا۔ اور بعد رحلت جناب مولانا احمد
علی صاحب سہارنپوری اور مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری اور مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی .... اور مولانا
محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم یہ بیضاعت مزجاۃ علم بے فہمی حاصل کی تھی ان کو بھی مع علماء متقدم و متاخر کے نشانہ سہام
طعن و شتم بنایا۔ اس وجہ سے زیادہ تر موجب طول تعجب کا ہوا۔ جو بعض جہلا رسائل اس کتاب پر ناز کرتے ہیں اور خود مولف بھی اس تار
عنکبوت کو حصن حصین تصور کرتا ہے اس کی حقیقت جہل کی تحقیق کو ضروری جانا تاکہ مولف کو اپنے علم و فہم کا مبلغ ہوجاوے
اور ہر ناظر پر کیفیت مولف کی اور استعداد و لیاقت اس کی ہویدا ہوجائے۔ اور اس کا نام انوار ساطعہ کا ہم لب یعلین التعا
...... علی ظلام الانوار الساطعہ رکھا گیا اور اس مقدمہ میں لفظ مولف سے مراد مولوی عبد السمیع رامپوری کی ذات ہوئے گا اور
جیسے وہ عالم کہ جس کے جواب پر مولف نے بحث شروع کی ہے۔ اور اس جواب میں مقاصد مضامین اس مسئلہ کا ابطال اور حاصل
مراد مولف کا قلع کیا گیا ہے اور اس کے الفاظ و عبارت کی غلط اور مہملات و خرافات کا جواب اور سب طعن کا استقام اور جو برکا
افساد و ابطال بسبب خوف و طوالت کے ترک کیا گیا ہے۔ اور امثال اللہ تعالیٰ پس بخوبی ملاحظہ کریں کہ مولف کے جواب مطالب کی نیت
و نابود اور جمیع قبائح و مفاسد کو باختصار تمام مشائخ و مشہور باذنہ تعالیٰ کردیا گیا ہے کہ تھوڑی فہم والا بھی اس قابلیت و مولف کی قدر پر
مطلع ہوجائے گا۔ واللہ ولی التوفیق و علیہ الاعتماد و بیدہ ازمۃ الحق والتحقیق۔ قولہ کوئی کہہ رہا ہے کہ جناب باری عزاسمہ الخ اقول۔
مسئلہ خلف وعید قدما میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف
وعید یا جائز ہے کہ نہیں چنانچہ در مختار میں ہے ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاہر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون
بجوازہ لانہ لایعد نقصا بل جودا و کرما الخ خلف وعید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے اشاعرہ اس کے قائل ہیں ...... اس واسطے
کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش اور کرم تصور کرتے ہیں۔ ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے پس اس پر طعن کرنا مولف کا پہلے مشائخ
پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے جہاں حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہ ہونا آج تک کسی اہل علم نے نہ
کہا تھا۔ جیسا کہ اس شیر رومی صدی کے مبتدعین نے کہا ہے اور مجبر بار منطق کے مشہور ہوئے اور ان اللہ علی کل شئی قدیر کو کیا الٹ
عقیدہ ٹھہرایا۔ اس پر مولف کو افسوس اور عبرت نہ ہوئی پس یہ جاہل لاائق دید ہے کہ تمام امت کے خلاف حق تعالیٰ کے عجز پر عقیدہ ٹھہرا

لے اختلاف کی آندھی سے اہل بدعت سے کال کو پہچ کے یرون کا استاذ تھے گراہ جاہل نے مکر کا جال سے مقصود ظلمت ظاہرت عام

لہ واضح سے نیز سیرہویں صدی سے اقرار کرنے والے

اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہے اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے
بھی یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ نے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جس کی طرف مجھ کو توجہ نہ ہو رات اور دن دیکھتا رہتا ہوں اور
ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وہ خود بھی اپنے کو اس قدر نہیں پہچانتے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا
ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ مقرب ہے، دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے، در مختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم
کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام
بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچا لیا بعد اس کے لکھا ہے فاقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک
یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا انتہیٰ کلامہ۔
اب علماء اسلام سمجھو میں اس کی مثال سنیئے، کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی دنیا کی سیر کرے جہاں جاوے گا چاند کو موجود
پاوے گا اور سورج کو بھی پاوے گا پھر کوئی جاہل کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ موجود رہتا ہے قاعدہ سے
چاہیئے وہ کافر ہو جاوے کہ اس نے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ نہ وہ مشرک ہے نہ کافر خاصہ مسلمان ہے بس اسی

حضرت خضر کو علاوہ اس سے زیادہ پر قادر تھے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر اس علم
مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی
اس کا حال مشابہ ہے اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب اس پر کہ افضل کو قیاس کر کے اس سے بھی مثل یا زائد اس مفضول سے ثابت
کرنا کسی عاقل کی عقل کا کام نہیں، اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے
ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں لہٰذا اس کا اثبات اس وقت قابل التفات ہو کہ مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت
کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہے تو کب قابل التفات ہوگا دوسرے قرآن و
حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے پس اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ یہ سب قول مؤلف کا مردود ہوگا خود فخر عالم
علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم
نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحر الرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا تیسرے اگر افضلیت ہی موجب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق
ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مؤلف سب عوام ہی بسبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو مثل ہی بہ تو
علم محیط زمین کو خود ثابت کر دیوے اور مؤلف خود اپنے زعم میں بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے ضرور افضل ہو کر اعلم من
الشیطان ہوگا معاذ اللہ مؤلف کے لیے حمل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کس قدر
دور از علم و عقل ہے۔ الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے
بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت
ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور [illegible] کی تعریف تہذیب

نہ حصول کسی کو فضیلت حاصل ہونے سے مرتبہ دو اعلیٰ ہے۔ ... کے شیطان سے بڑا عالم

دانکه بجانب یمین بود در دلالت دو مرواست و اکثر نظر آن حضرت صلی الله علیه وآله وسلم ملاحظه بود یعنی نظر کردن بگوشه
چشم که در جانب صدغ است و آنکه در جانب بینی است آن را موق گویند و این از غایت حیا و وقار بود و چون التفات
میکرد وی گردن پیچ نمیکرد بلکه بتمام بر میگشت و از دیدن نظر و گردانیدن عنق التفات نمیکرد که از عادت متکبران است
و نظر وی در پیش روی و پس پشت یکسان بود و در احادیث صحیح آمده است که میفرمود یاران می گفت سخت کنید رکوع
و سجود که من می بینم شما را از پیش پشت پس پوشیده نیست بر من رکوع و سجود شما و حقیقت این رویت را خدا داند که چگونه باشد
حقیقت تمامه احوال شریف آن حضرت صلی الله علیه وسلم بر ما چنین است که کنه آن خواننده رسیده و دعوی آن بجز حکم
تأویل متشابهات است و آنچه بقیاس عقل و نظر علم میتوان گفت برین تفصیل است که این رویت بصری است یا رویت قلبی
و بر تقدیر خصوص است بحال صلوة که محل انکشاف تام و موجب مزید وضوح است یا عام است تا شامل احوال و اوقات
دیگر و رویت بصری است بعین چشم است که در سر است یا پروردگار تعالی قادر است که قوت بصر پیدا کند در هر جزو یا پیدا کرده
باشد ابصار آن حضرت بطریق اعجاز مقابله شرط نبود و بعضی گفته اند که در میان کتفین آن حضرت دو چشم بود مانند سوراخ
سوزن که ابصار می کرد بآن و هیچ پوشیده از جامها و غیر این جامه منطبع می شد در حائط قبله چنانچه در آئینه پس مشاهده
می کرد افعال ایشان را و این دو سخن غریب است اگر رویت صحیح ثابت است آنچه آمده است و صحیح نقلا و لا محل توقف است و گفته
اند که بسند صحیح ثابت نشده است و اگر رویت قلبی مراد است پس آن علمی است بطریق وحی و اعلام و کشف و الهام و گفته اند
که صواب آنست که چنانکه قلب شریف آن حضرت را صلی الله علیه وسلم ادراک و حس بود که درک معقولات می کند حواس
لطیف و ادراک نیز بود محسوسات بخشیده درجات حکم کشف گردانیده اند والله اعلم و اینجا اشکال می نمایند
که در بعضی روایات آمده است که گفت آن حضرت صلی الله علیه وسلم که من بنده ام و نمیدانم آنچه در پس این دیوار است
جوابش آنست که این سخن اصلی ندارد و روایت بدان صحیح نشده است و اگر باشد گفتیم که آن انکشاف مخصوص بحال نماز
است و اگر عام است موقوف باعلام الهی و خلق او است علم را چنانچه در سائر مغیبات است و دلالت می کند برین حدیثی که
واقع شده است که یکبار ناقه آن حضرت صلی الله علیه وسلم گم شد بعضی منافقان گفتند که محمد خبر از آسمان میدهد و
نمی یابد که ناقه او کجاست چون این سخن منافقان بآن حضرت صلی الله علیه وسلم رسید گفت من نمیدانم و در نمی یابم مگر آنچه
بداند مرا پروردگار من و قصه همین گفت که تحقیق راه نمود مرا پروردگار تعالی بآن ناقه که وی در موضع است
چنین و چنین بند شده است مهار وی در درختی پس رفتند آنجا و یافتند و چنانکه خبر داده بود پس آن حضرت صلی الله علیه
وسلم نمی یابد مگر آنچه دریابانده پروردگار تبارک و تعالی خواه در نماز باشد یا در غیر آن فلا اشکال و از جمله شریف وی صلی الله
علیه وسلم در حدیث آمده است که آن حضرت صلی الله علیه وسلم گفت که من می بینم چیزی که نمی بینید شما و می شنوم چیزی که نمی
شنوید شما می شنوم اطیط آسمان را و اطیط آواز پالان و آواز شکم شتر و آواز شتر که مانند آن گویند و فرمود حق است آسمان را

مدارج النبوة ج ۱ ص ۷ کا عکس

نام کتاب: صراط مستقیم

مصنف: اسماعیل دھلوی۔

مطبوعہ: ادارہ نشریات الاسلام فدائی مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

مذکورہ صفحہ میں نشان زدہ عبارت کا مفہوم:

''نماز میں زنا کے وسوسے سے بیوی کے ساتھ مجامعت کے خیال کو بہتر اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف توجہ لگانے کو گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہو جانے کے مقابلے میں بدتر قرار دیا گیا ہے'' (نعوذ باللہ من ذالک)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نماز میں خیال آنا یا نمازی کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا تصور کرنا ایسا معاملہ ہے کہ قرآن پاک یا نماز میں پڑھے جانے والے کلمات کے مفہوم کو سمجھنے والا ذی شعور نمازی اپنی نماز کے دوران حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تصور اور خیال سے بچ نہیں سکتا، بلکہ اس کے لئے یہ امر ناممکن ہے کہ عنوان کی تلاوت کرے اور معنون کی طرف خیال نہ جائے، لہٰذا ایسے نمازی پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خیال کو ترک کرنے کی پابندی، تکلیف مالا یطاق ہے۔''[1]

اس کے علاوہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرام کو فرمایا: صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ'' یعنی نماز کی ادائیگی میں میری ادائیگی کا خیال رکھو۔

اس حدیث میں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف خیال کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

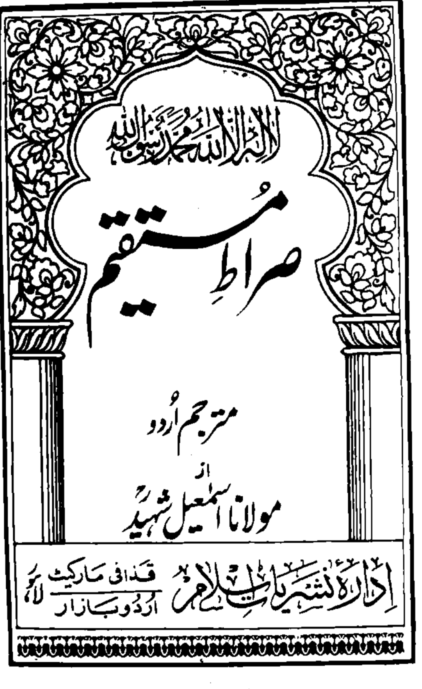
اس شرعی اور عقلی حقیقت کے باوجود بحث میں پڑے بغیر ہم جو عرض کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کیا یہ مناسب ہے کہ زنا مجامعت، بیل گدھے جیسی حقیر چیزوں کے ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر کیا جائے؟

''صراط مستقیم'' کی زیر بحث عبارت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا گدھے اور بیل کے ساتھ نہ صرف ذکر ہے، بلکہ یہاں تو صراحۃً مقابلہ کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دیا گیا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

حالانکہ زنا اور بیوی کے ساتھ مجامعت کے خیال کو ذکر کرتے ہوئے یہ احتیاط برتی گئی ہے کہ یہاں ان دونوں کا مقابلہ بہتری میں کیا اور مجامعت کے خیال کو بہتر قرار دیا گیا۔

تابش قصوری

1۔ جس کی وہ طاقت نہ رکھتا۔


لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
صراطِ مستقیم
مترجم اردو
از
مولانا اسمٰعیل شہیدؒ
ادارہ نشریات اسلام
قذافی مارکیٹ
اردو بازار
لاہور

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شِیر

حضرت خضر علیہ السلام کے لئے تو کشتی کے توڑنے اور بے گناہ بچے کے مار ڈالنے میں بڑا ثواب تھا اور دوسروں کے لئے نہایت درجہ کا گناہ ہے جناب فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں خلل انداز نہ ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کے کامل کرنے والوں میں سے ہوجاتی تھی اس لئے کہ وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی بالکل اس کے برخلاف ہے اور جس شخص پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے ہاں بمقتضائے ظُلُمٰتٌ[1] بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں۔ اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کرلے جاتی ہے حاصل کلام اس جگہ وسوسوں کے مرتبوں کے تفاوت کا بیان کرنا مقصود ہے انسان کو چاہیئے کہ آگاہی حاصل کرکے کسی مانع کے ساتھ اللہ عزوجل کے حضور سے نہ رکے اور پیچھے نہ ہٹے اور اس موقعہ پر اس خلل کا علاج اس طرح سے بیان کرنا مقصود ہے کہ ہر کس وناکس اس کو سمجھ سکے۔ پس اگر وسوسہ بدترین وساوس سے ہو تو نہایت ہی التجا کے ساتھ دعا کرے اگرچہ ساری چیزوں کے حاصل ہونے کا مدار اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے لیکن بعض چیزوں میں ظاہری اسباب کو کسی قدر مداخلت ہوتی ہے اور ان وسوسوں کا دفع کرنا تو بالکل اسی کے فضل پر منحصر ہے ظاہری اسباب کو اس میں کچھ دخل نہیں اور اپنے پیر کی خدمت میں بھی عرض کرے کیونکہ پیر اس کام میں اس سے زیادہ باخبر ہے شاید کوئی عمدہ تدبیر بتلادے اور دعا کرے اور شیطان یا نفس کی طرف سے اس وسوسے کے علاوہ کوئی اور وسوسہ ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ مثلاً اگر وہ وسوسہ ظہر کی نماز میں پیش آیا ہے تو فرض اور سنتوں سے فارغ ہو کر تنہائی اور خلوت میں وسوسے کو دل سے بالکل نکال کر سولہ رکعتیں نماز پڑھے اور یہ جب ہے کہ ساری رکعتوں میں خیالات

[1] یعنی اندھیرے ہیں جو درجے میں بعض سے بعض اوپر ہیں۔

دعوتِ فکر

نام کتاب: الجہد المقل

مصنف: مولوی محمد الحسن دیوبندی

مطبوعہ: مکتبہ بلالی، ساڈھورہ

2۔رسالہ: یک روزہ

مصنف: اسماعیل دہلوی

مطبوعہ: فاروقی کتب خانہ ملتان

جھوٹ اور کذب ایسی برائی ہے جس کے قبیح ہونے پر تمام ملتیں متفق ہیں۔ اسی لئے اس کو قبیح لذاتہ قرار دیا گیا ہے مگر علماء دیوبند مولوی محمد اسماعیل کی تقلید میں اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور وہ فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام پر جھوٹ کا القا کرسکتا ہے۔

اور یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب بندہ جھوٹی بات کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھی یہ قدرت حاصل ہونی چاہئے، ورنہ بندہ کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔

حالانکہ تمام امت کا اتفاق اور اجماع ہے کہ کذب، نقص اور عیب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے اور عیب اور نقص کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ جبکہ بندہ کے لئے نقص اور عیب محال نہیں۔

تابش قصوری

[illegible]

بحمد اللہ الکریم المنعام درین ایام سعادت التیام رسالۂ نادرہ عجالۂ نافعہ

مشتمل بر دلائل عموم قدرت باریتعالیٰ عز اسمہ المسمّٰی بہ

الجہد المقل

فی تنزیہ

المعز والمذل

تالیف منیف تصنیف شریف حضرت مولانا محمود حسن صاحب

مدرس مدرسہ دیوبند

باہتمام العبد الضعیف المولوی محمد ...

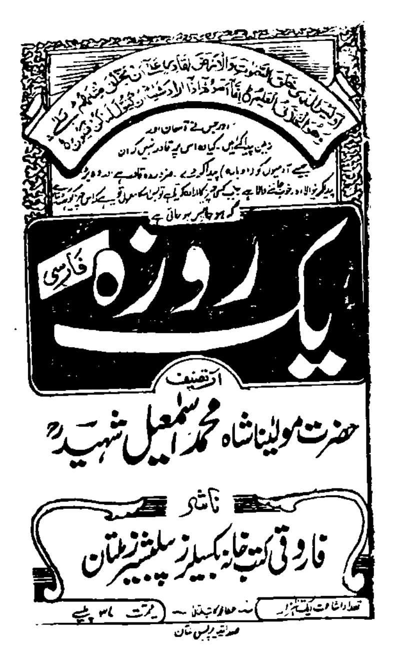
قد طبع فی المطبع ...

ہے کہ معتزلہ صرف کلام لفظی کو کلام باری کہتے ہین کیونکہ کلام نفسی کے تو صریح منکر ہی ہین تو جب خلاصہ
یہ ہوا کہ کلام لفظی از قبیل افعال ہے نہ از قبیل صفات تو جس صدق و کذب کو اوسکی صفت کہا جائیگا
وہ بالبداہتہ صفت فعلی ہوگی نہ صفتہ ذاتی ہمارا مطلب اس موقعہ مین فقط یہی ہے کہ صدق و
کذب مذکور صفات فعلیہ مین سو وہ تو بحمد اللہ ثابت و ظاہر ہوگیا مگر دو باتین ہمارے مفید مطلب
مذکورہ سے اور معلوم ہوگئین اول تو یہ کہ صدق و کذب مذکور کے ثبوت امتناع کے لئے جو کہ صفات
فعلیہ مین داخل ہے نبیہ دہو سبحانہ لا یفعل القبیح سے استدلال کرنا معتزلہ کا مشرب ہے دوسرے
یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ امر مسلک اہل سنت کے خلاف اور باطل ہے چنانچہ میر صاحب کا وجوہ بناء
علی الحکم و مستعرف لبطلانہ فرمانا اسکے لئے دلیل شافی ہو سو دونون باتین یاد رکھنے کے قابل ہین۔

مقدمہ ہفتم

امر ہفتم یہ ہے کہ صدور قبائح اور قدرت علی القبائح مین زمین آسمان کا فرق ہے امر اول کو عند
اہل سنت بہ نسبت ذات خالق الکائنات محال کہا جاتا ہے سو امر دوم مسلمات مین سے ہے سب
جانتے ہین کہ ذات تعالیٰ شانہ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہین آسکتی لیکن افعال قبیحہ
کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری جملہ اہل حق تسلیم فرماتے ہین کیونکہ خرابی ہے تو اون کے صدور
مین ہے نفس مقدوریت مین اصلا کوئی خرابی لازم نہین آتی اگر ہوتا ہے تو کمال قدرۃ ثابت ہوتا
ہے بلکہ امور مذکورہ کو قدرت سے خارج کرنے مین عموم قدرۃ علی الممکنات جو داخل کمال اور مسلمات
اہل سنت مین سے ہے باطل ہوجائیگا کتب عقاید مین قدرتہ تعالیٰ یعم سایر الممکنات اور کل ممکن
مقدور۔ موجود ہے اور ہر امکان کو مصحح مقدوریت کہنا سبکا قول ہے بہر صورت مقدوریت قبائح مین
سوا ثلثہ مذکورہ امتناع ذاتی تدین سے کسی کا تحقق لازم نہین آتا تو اب افعال قبیحہ کو قدرت قدیم حق
تعالیٰ شانہ سے کیونکر خارج کہہ سکتے ہین البتہ جو امور ایسے ہون کہ اونکے امکان صدور سے انفکاک
ذات عن نفسہا یا انفکاک لوازم ذات لازم آئے جیسے اکل و شرب وغیرہ تو اونکو اگر قدرت قدیمہ سے
خارج ماننے تو حق ہے کما لا یخفی علی اللبیب بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہب
اہل سنت ہے البتہ بوجہ امتناع بالغیر اونکے تحقق و وقوع صدور کی کبھی نوبت نہین آسکتی جسکا خلاصہ
ہوا کہ قبائح تحت القدرۃ داخل ہوکر بوجہ حکمت و عدل و تقدس ممتنع الوقوع ہین یہ ہرگز نہین کہ امور

امتناع ذاتی کا دعوی کیا جائے بلکہ امرین مذکورین احقر مین سے کسی ایک طریقہ سے امتناع ذاتی کا ثبوت
فرمانا ضرور ہے یعنی یا تو یہ امر محقق ہونا چاہیئے کہ در صورت کذب کلام نفسی انفکاک ذات یا لوازم ذات
من ذات الملزوم ثابت ہوتا ہے ورنہ یہ کسی دلیل سے معلوم ہو جائے کہ کذب مذکور قدرت قدیمہ
فی حد ذاتہ خارج ہے اور بالنظر الی القدرۃ ممتنع التحقق ہے کسی دوسری صفۃ مثل حکمت و علم وغیرہ
کی وجہ سے ممتنع نہین اور اگر دلیل عقلی ہو تو یہ ضرور ملحوظ رہے کہ در صورت کذب کلام لفظی ذات بارتعالی
مین کوئی تغیر اور نقصان لازم آتا ہے یا صفات ذاتیہ مین یا صفات اضافیہ فعلیہ مین جب تلک اس امر کی
تعیین نہو گی محض لزوم نقص مطلق سے فریق ثانی کا مدعا یعنی امتناع ذاتی ثابت نہو سکیگا کیونکہ حسب
معروضہ سابق نقص فی الصفات الذاتیہ کا اور حکم ہے اور نقص فی الافعال کا دوسرا حکم ہے نقص
اول ممتنع بالذات ہے تو نقص ثانی ممتنع بالغیر اسکے سوا یہ بھی ملحوظ ہے کہ کذب کلام نفسی کے ممتنع ہونے
کی وجہ سے کلام لفظی کا امتناع ثابت کرین تو یہ بھی بیان فرماوین کہ ہر دو معنی مذکورہ کلام نفسی مین سے
کون سے معنی مراد ہین اور اون معنی مین امتناع کذب کیسا ہے ذاتی یا بالغیر انشاء اللہ تعالیٰ یہ جملہ امور ملحوظ رکھکر
جملہ استدلالات و اعتراضات فریق ثانی کا ابطال و لغویت ثابت ہو جائیگی عقلیہ ہون یا نقلیہ کما سیاتی
مفصلا لاحق یہ امر سب پر روشن ہے کہ جو حضرات قضیہ غیر مطابق للواقع کو مقدور باری فرماتے ہین
انکا یہ مطلب ہے کہ باوجود انکشاف واقع اور ادراک عدم مطابقت قضیہ غیر واقعی کا منعقد و اصدار قدرت
باری جل سلطانہ مین داخل ہے یہ مدعا ہرگز نہین کہ بسبب عدم انکشاف واقع امر غیر واقعی کو واقعی سمجھکر جس کو
بعینہ جہل کہیے قضیہ غیر واقعی کا عقد و تنزیل مقدور باری ہے و نعیما ہون بعید کما لا یخفی علی من کان لہ
قلب او القی السمع و ہو شہید یعنی مثلاً حالت قعود زید مین جناب باری کو اوسکے قعود کا علم تام ضروری
ہے اور قضیہ زید قائم کے خلاف واقع ہونیکا بھی پورا پورا انکشاف ہے مگر باوجود اسکے بالقصد و الاختیار
جملہ زید قائم کا منعقد فرمانا اور لباس حروف و الفاظ و اظہار کر کے ملائکہ و عباد پر نازل کر دینا ایسے استعمال کی قدرت
قدیمہ مین داخل ہے یہ نہین کہ حالت قعود زید مین بسبب عدم علم و غلطی انکشاف اوسکو قائم سمجھکر جملہ
زید قائم فرما دینا ممکن ہے جسکو صحیح کذب فی العلم یعنی جہل کہنا چاہیئے اسکی امتناع ذاتی مین کسکو کلام ہے
خلاصہ یہ نکلا کہ محل النزاع مین الفریقین امکان کذب فی الکلام اللفظی ہے امکان کذب فی العلم
ہرگز نہین۔



اور جس نے آسمان اور
زمین پیدا کیے ہیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان
یک روزہ
فارسی
از تصنیف
حضرت مولینا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رح
ناشر
فاروقی کتب خانہ بکسیلرز پبلشرز ملتان
تعداد اشاعت ایک ہزار
قیمت
صدائقیہ پریس ملتان

۱۷

اقول۔ اگر قول بہ وقوعِ مثلِ مذکور تجویزِ کذبِ مسطور ست معاذ اللہ ذالک
وما قول بامکانِ مثلِ مذکور پس مستلزمِ امکانِ کذبِ مسطور نیست۔ علاوہ بریں
قول کہ بہ امکانِ مثلِ مذکور بایں وجہ ہم نے تواند شد کہ اصلاً اختیارِ عدمِ وقوعِ او اصلاً واقع
نہ شد و عدمِ اختیار بعدمِ وقوعِ مثلِ مذکور بلکہ بعدمِ اختیار بقرآنِ مجید را اصلاً داخل
ممکن نیست و داخل تحتِ قدرتِ الٰہیہ کما قال اللہ تعالیٰ عزوجل قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ
عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ، ونیز بعد اختیار ممکن است کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس
قول بامکانِ وجودِ مثل اصلاً ممتنع بتکذیبِ نص از نصوص نگردد وسلبِ قرآنِ مجید بعد
از نزول ممکن ست داخلِ قدرتِ الٰہیہ کہ قال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا۔

قولہ۔ وهو محال لانه نقص والنقص عليه تعالى محال۔

اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرتِ الٰہیہ داخل نیست
پس لانسلم کہ کذبِ مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقدِ قضیہ غیر مطابقہ مر واقع و القائے
آں بر مخاطب وانہا خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرتِ انسانی ازید
از قدرتِ ربانی باشد چہ عقدِ قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت
اکثر افرادِ انسانی ست۔ کذبِ مذکور لے منافی حکمتِ اوست پس ممتنع بالغیر ست۔
ست عدمِ کذب را از کمالاتِ حضرتِ حق سبحانہ مے شمارند و داخل شانہ بآں مدح مے
کنند بخلاف اخرس وجماد کہ ایشاں را کسے بعدمِ کذب مدح نمے کنند۔ وغیر ظاہر ست

کہ صفت کمال ہمیں کہ شخصے کہ قدرت بر تکلم کذب ہے دارد۔ و بنا بر رعایت مصلحت و
حکمت تنزہ از تلوث کذب تکلم بہ کلام کاذب نمے نماید۔ ہاں شخص مدح مے گردد
نہ بسبب عیب کذب اتصاف بہ کمال صدق بخلاف کسے کہ زبان او ماؤف شدہ
باشد و تکلم بہ کلام کاذب نمی تواند کرد یا قوت ناطقہ او مسدود شدہ باشد کہ بر تکلم غیر
مطابقہ واقع نمے تواند کرد۔ یا شخصے کہ ہر گاہ کلام صادق مے گوید کلام مذکور از و صادر
مے گردد۔ و ہر گاہ ارادہ تکلم بہ کلام کاذب مے نماید آں زبان او بند مے گردد یا زبان او
مے شود یا کسے دیگر دہن او را بند مے نماید یا حلقوم او را تنگ مے کند یا کسے چند قضایائے
صادقہ را یاد گرفتہ است و اصلاً بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت نمے دارد بنا علیہ
کلام کاذب از و صادر نمے گردد۔ ایں اشخاص مذکورین نزد عاقلان مدح نمیتوانند

و بالجملہ عدم تکلم بکلام کاذب ترفع من عیب الکذب و تنزہ عن الملوث بہ از
صفات مدح ست و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب ... بلکہ از صفات مدائح نیست
مدح آں بسیار دور است ...

قولہ: کبری دلیل ...

اقول۔ ایں دلیل کبری قیاس اول ست یعنی ہر چہ ممتنع است داخل تحت
قدرت الٰہیہ نیست۔

مخفی نماند کہ اگر مراد از لفظ ممتنع دریں مقام ممتنع ذاتی ست پس ایں مقدمہ ہم
ست اما مفید نیست زیرا کہ وجود مثل مذکور ممتنع ذاتی نیست و کلیت کبری ...

رسالا امداد

نام کتاب: رسالاالامداد

مصنف: اشرف علی تھانوی

مطبوعہ: تھانہ بھون

اشرف علی تھانوی کو کون نہیں جانتا۔ آپ کے زمانے میں آپ کے ملفوظات اور افادات پرمبنی ''الامداد'' نامی ایک پرچہ تھانہ بھون سے شائع ہوا کرتا تھا اس کے صفرالمظفر 1336ھ کے شمارے میں حضرت کے ایک مرید کا حال اور حضرت کا جواب اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

مرید صادق خواب میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ کے بجائے اشرف علی رسول اللہ پڑھتا ہے۔ غلطی کا احساس کر کے صحیح پڑھنا چاہتا ہے مگر زبان سے وہی کلمات سرزد ہوتے ہیں۔ اتنے میں نیند سے بیدار ہو جاتا ہے اور بیداری کی حالت میں درود شریف پڑھتا ہے۔ مگر زبان سے اللهم صلی علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی نکلتا ہے۔

مرید صادق اپنی یہ کیفیت اور حال مرشد کی خدمت میں لکھتا ہے۔

صاف اور سیدھی بات تھی کہ اسے ان کفریہ کلمات سے توبہ کی تلقین کی جاتی مگر اس ظلم کی فریاد کس کے سامنے کی جائے کہ حضرت تھانوی مسند افتاء اور سجادۂ طریقت سے اسے جواب دیتے ہیں۔

''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے''

اور اگر اسے بچانا ہی مقصود تھا تو اسے بےخود مغلوب الحال قرار دیا جاتا۔

اہل صحو و تمکین نے بھی حالت بےخودی وحالت سکر میں تو انا اللہ یا انا الحق کو بھی درمیانی منزل قرار دیتے ہوئے پسند نہیں کیا۔ مگر یہ عجیب بزرگ ہیں۔ کہ لاالہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ اور اللهم صلی علی نبینا ومولانا اشرف علی جیسے صریح کفریہ کلمات کو پسندیدہ قرار دے رہے ہیں۔

تابش قصوری



کان اللہ تعالیٰ

رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

فصل دار شاد صحیفہ شریعہ طریقہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ غیر مسلسلہ و دائرہ

عدد (۸)	بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۳۶ ہجری	جلد (۳)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

دائمی ہوتا ہے بعض اوقات حدود شرعیہ کا خیال بھی نہیں رہتا ایسا شخص مشابہ حضرت صدیق اکبرؓ کے اُس حال کے ہے جب تک وہ اسلام نہ لائے تھے کہ اُس وقت بھی وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتے تھے مگر محض محبت طبعیہ سے نہ کہ حمیت شرعیہ سے بس خواب میں ایسے خادموں کی حقیقت بتلائی گئی اس جواب میں جزو مہتم بالشان یہی تھا باقی ظاہر ہے والسلام

۲۰ شوال ۱۳۳۵ھ -

سوال - اب دعباس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھکو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اسلئے کرتا کہ صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم مولنا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لودیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے تھے اس سے یہ غرض تھی کہ ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات کو خراب ہی ہوں اُن کو بلا وجہ ترجیح دی جائے اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندہ کے اعتقادات بالکل ایک ہیں یا جا اگر مولوی صاحبان لودیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو تو امیں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں (۲) اور حضور کی تصنیف چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے بہشتی زیور تو حرز جان ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بھی چند تصانیف نظر سے گذریں (۳) ایک دفعہ رامپور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے اُن کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لئے اُن سے اور بھی محبت ہو گئی دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالہ الامداد اور حسن العزیز بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے اُن کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو اُن مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالہ مجھکو دیکھنے کے واسطے دئے الحمد للہ جو لطف اُن سے اُٹھایا بیان سے باہر ہے ایک روز کا ذکر ہے کہ حسن العزیز دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا رسالہ حسن العزیز کو ایک طرف رکھدیا لیکن جب بندہ نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اسلئے رسالہ حسن العزیز کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا

۴۲

اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہیئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بیساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھکو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہانتک عرض کروں۔

جواب اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔
۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ۔

سوال جناب مخدومنا ومولانا عم فیوضہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ وارد ہو کر باعث اعزاز ہوا یہ ناچیز حضرت جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کا بڑا نواسہ مولوی صاحب مرحوم کا لڑکا ہے اسمیں شبہ نہیں کہ جناب نے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے دینی خدمت بہت کی ہے اور بہت سے رسائل مفیدہ دینیات میں تصنیف فرما کر لوگوں کو مستفیض فرمایا مگر آپ سے

تقویۃ الایمان

نام کتاب: تقویۃ الایمان
مصنف: مولوی محمد اسماعیل دہلوی
مطبوعہ: اسلامی اکادمی، اردو بازار لاہور

ص 30 ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

ص 70 جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں

ص 92 انبیاء اولیاء ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

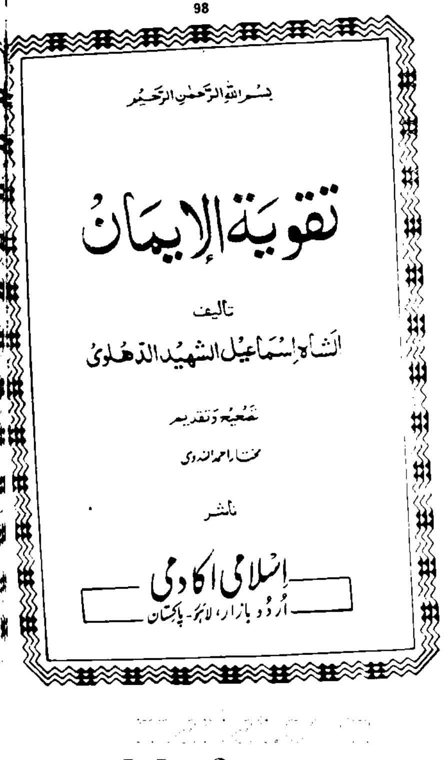
ص 92 حضور علیہ السلام گنوار کی بات سن کر مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔

ص 99 انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کی جائے۔

ص 100 یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق اب اس انداز بیان کو کیا کہا جائے گا؟ ہمارا اختلاف ہی اس بات پر ہے کہ یہ حضرات حبیب خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بات کرتے ہوئے ٹھہر کر سوچنا تو بجائے خود الفاظ کے استعمال میں اتنی رعایت بھی نہیں برتتے جتنی وہ اپنے اساتذہ کے لئے برتتے ہیں۔ اگر یہ انداز بیان گستاخانہ نہیں ہے تو پھر ہمیں گستاخی کی تعریف بھی نئی وضع کرنی پڑے گی۔

تابش قصوری



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقویۃ الایمان

تالیف

الشاہ اسماعیل الشہید الدہلوی

تصحیح وتقدیم

مختار احمد الندوی

ناشر

اسلامی اکادمی

اردو بازار، لاہور۔ پاکستان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (سورۂ لقمان آیت ۱۳)	اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے اور وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے اے میرے بیٹے اللہ کیساتھ شرک نہ کرنا، بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے لقمان کو عقل دی تھی، انھوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق کسی اور کو دیا جائے۔ تو جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا اُس نے بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دیدیا، جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے، اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟
اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جیسے شرع کی راہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے ایسے ہی عقل کی راہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرک سب عیبوں سے بڑا عیب ہے اور یہی حق ہے اس واسطے کہ آدمی میں بڑے سے بڑا عیب یہی ہے کہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔ اللہ سے بڑا کوئی نہیں اور شرک اس کی بے ادبی ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (الانبیاء۔ آیت ۲۵)	اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اُسکو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، صرف میری بندگی کرو۔

ان مالکوں کی کچھ حقیقت نہیں، وہ اصل میں کچھ چیز ہی نہیں ہیں بلکہ اپنے آپ ہی لوگ خیال باندھ لیتے ہیں کہ بارش برسانا کسی اور کے اختیار میں ہے اور دانہ اگانا کسی اور کے اختیار میں ہے اور اولاد کوئی اور دیتا ہے، تندرستی کوئی اور دیتا ہے۔ پھر آپ ہی ان کے نام مقرر کر لیتے ہیں کہ فلاں کام کے مختار کا نام یہ ہے اور خود ہی ان کو مانتے ہیں اور ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں۔ پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم بن جاتی ہے حالانکہ یہ محض اپنے غلط خیالات میں ان کی کچھ حقیقت نہیں، وہاں نہ اللہ کے سوا کوئی ہے اور نہ کسی کا یہ نام ہے اور اگر کسی کا یہ نام ہے بھی تو اس کو کسی کاروبار میں کچھ دخل نہیں۔ سب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص مالک و مختار نہیں، جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ایسا شخص کہ اس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں دنیا کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں۔ بلکہ محض اپنا خیال ہے، اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا اور کسی کا حکم اس کے مقابل معتبر نہیں بلکہ اللہ نے تو ایسے خیال باندھنے سے منع کیا ہے۔ اور اللہ کے سوا دوسرا وہ کون ہے کہ اس کے کہنے سے ان باتوں کا اعتبار ہو"۔

"یہی اصل دین ہے کہ اللہ کے حکم پر چلئے اور کسی کا حکم اس کے مقابل میں ہرگز نہ مانئے۔ لیکن اکثر لوگ یہ راہ نہیں چلتے بلکہ اپنے پیروں اور درویشوں کی رسموں کو اللہ کے حکم سے مقدم سمجھتے ہیں"۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو سند سمجھ لینا یہ بھی انہی باتوں میں سے ہے جنہیں اللہ نے اپنی تعظیم کے لئے مخصوص کیا ہے، پھر جو شخص یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے"۔

یعنی عرب میں قحط پڑا تھا ایک گنوار نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی سختی بیان کی اور دُعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش ہم اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی سفارش آپ کے پاس چاہتے ہیں، یہ بات سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی آپ کے منہ سے نکلنے لگی، ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہوگئے، پھر اُس شخص کو آپ نے سمجھایا کہ کسی کو جو کسی کے پاس سفارشی ٹھہرائے تو ایسا ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر سے وہ اس کام کو کر دے۔

لیکن جب یہ کہا کہ اللہ کو ہم نے پیغمبر کے پاس سفارشی ٹھہرایا تو گویا اصل مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی۔ یہ بات بالکل غلط ہے، اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں اور اس کا عرش زمین وآسمان کو ایک قُبّہ کی طرح گھیر رہا ہے اس وسعت کے باوجود اس شہنشاہ کی عظمت کو نہیں تھام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چرچراتا ہے، کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی بڑائی کا بیان کرسکے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی دوڑا سکے؟

پھر کسی کام میں دخل کرنے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی کس کو قدرت ہے؟ وہ خود مالک الملک، کسی لشکر اور فوج اور وزیر و مشیر کے بغیر ایک آن میں کروڑوں کام کرتا ہے بھلا وہ کس کے سامنے سفارش کرے اور کس کی ہمت کہ اس کے سامنے کسی کام کا مختار بن بیٹھے، سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک دیہاتی کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے اور عرش سے فرش تک اللہ کی جو عظمت بھری ہوئی ہے اُسے بیان کرنے لگے لیکن ان

لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَ لَكَ، فَقَالَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ۔ [1]

درخت اور جانور سجدہ کرتے ہیں تو ہم تو زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ نے فرمایا اپنے رب کی تعظیم کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔

(مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء)۔

یعنی آدمی آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے، اس کی بڑے بھائی کی طرح تعظیم کیجئے اور سب کا مالک اللہ ہے بندگی اسی کی کیجئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور عاجز بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیئے نہ کہ اللہ کی طرح۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں کو بعض درخت اور بعض جانور مانتے ہیں چنانچہ بعض درگاہوں پر شیر حاضر ہوتے ہیں اور بعض پر ہاتھی اور بعض پر بھیڑیئے، مگر آدمی کو اس کی سند نہیں پکڑنی چاہیئے، بلکہ آدمی ایسی ہی تعظیم کرے جیسی اللہ نے بتائی ہو اور شرع میں جائز ہو مثلاً قبروں پر مجاور بننا شرع میں نہیں بتایا گیا، ہرگز نہ بنے، اور کسی کی قبر پر رات بھر شیر بیٹھا رہتا ہو تو اس کو سند نہ بنا لیجئے، کیونکہ آدمی کو جانور کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔

اَخْرَجَ اَبُوْدَاوُدَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے

---

[1] اونٹ اللہ کی طرف سے مامور تھا اس لئے سجدہ کیا، وہ معذور ہے جیسے فرشتوں نے اللہ کے حکم سے آدم کو سجدہ کیا، یہ ہمارے لئے دلیل نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت سچے دل سے کرنی چاہیئے لیکن تعظیم و عبادت کا حق صرف اللہ کا ہے۔

قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّىْ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ، فَقَالَ لِىْ اَرَاَيْتَ لَوْمَرَرْتَ بِقَبْرِىْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ قُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا۔

(مشکوٰۃ : - باب عشرۃ النساء)

روایت کیا کہ میں نے حیرہ شہر میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے راجہ کو سجدہ کرتے تھے میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر میں نے عرض کیا کہ حیرہ شہر میں جا کر میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے راجہ کو سجدہ کرتے ہیں، تو آپ زیادہ حقدار ہیں کہ ہم آپکو سجدہ کریں، آپ نے فرمایا اگر تم میری قبر پر گذروگے تو کیا اس کو سجدہ کروگے، میں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا پھر مجھے بھی سجدہ نہ کرو۔

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں، سجدہ تو اسی پاک ذات کے لئے ہے جو کبھی نہ مرے :۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی مُردہ کو، نہ کسی قبر کو نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے ایک دن ضرور مرنے والا ہے اور جو مر گیا وہ کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار تھا پھر مر کر خدا نہیں بن گیا ہے۔ بندہ بندہ ہی ہے :۔

شرک کے مُشابہ کلمات بولنے کی مُمانعت :۔

اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِىْ وَ

مسلم نے ذکر کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی تم میں سے ہرگز یہ نہ کہے کہ میرا بندہ اور

فتاویٰ رشیدیہ

نام کتاب: فتاویٰ رشیدیہ
مرتب: مولوی رشید احمد گنگوہی
مطبوعہ: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال پوچھا جاتا ہے۔

سوال: ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا کچھ اور کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں۔ ان چیزوں کا لینا اور کھانا اور استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

(فتاویٰ رشیدیہ ص575 ایچ ایم سعید)

جواب: درست ہے۔

سوال: ہندو جو پیاؤ پانی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس پیاؤ سے پانی پینے میں مضائقہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص576 ایچ ایم سعید)

اسی فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ 130-134-139 پر دو سوال پوچھے جاتے ہیں۔ یہ سوال و جواب بھی پڑھئے مگر قسم ہے آپ کو پیدا کرنے والے کی، محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھرانے کی محبت اور حرمت کا پاس رکھتے ہوئے پڑھئے۔

سوال: محرم میں عشرہ (دس محرم) وغیرہ کے روز شہادت بیان کرنے مع اشعار بروایت صحیح یا بعض ضعیفہ بھی، نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت و دودھ کو پلانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایت صحیح ہو یا سبیل لگانا، شربت پلانا یا چندہ سبیل و شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ 139 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور تقسیم شیرینی ہو جائز ہے یا

نہیں؟

جواب: کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص 134 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

پھر دریافت کیا جاتا ہے۔

سوال: انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایت صحیح درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص 130 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

مسلمانو! خدا کے لئے یہ بتاؤ یہ کون سی شریعت ہے جس میں ہولی، دیوالی کی چیزیں جائز اور محرم کی سبیل نہ جائز جس میں ہندو کے سودی کاروبار کی رقم کی پیاؤ درست مگر مولود کی شیرینی حرام۔

غضب خدا کا! شہادت امام حسین علیہ السلام کا بیان صحیح روایت سے بھی جائز نہیں ہے۔ یہ کہیں اس دور کے مفتی تو نہیں جس دور میں اہل بیت کا ذکر فتوے کی رو سے ناجائز قرار دے دیا گیا تھا۔ اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب سے احادیث کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ خود قرآن کریم میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ آل نبی کی محبت شروع ہی سے مسلمان قوم کے ایمان کا جزو رہی ہے۔ واعظین وخطباء ہر دور میں آل نبی کے ذکر کے ذریعے خیر و برکت حاصل کرتے رہے ہیں۔ مگر رشید احمد گنگوہی ہیں کہ سرے سے ہی ان کا نام نہیں لینے دیتے۔

کیوں آخر ان کا قصور کیا تھا؟ یہی کہ ان کے جدامجد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں توحید سے آشنا کیا، انسانیت سے آگاہی بخشی اور آج ہم مفتی اور شیخ الحدیث کے منصبوں پر بیٹھنے کے قابل ہوئے۔

یا یہ کہ انہوں نے راہ حق پر اپنا سب کچھ قربان کر کے ملت اسلامیہ کی آبرو رکھ لی۔ اگر اسلامی تاریخ سے حسینی کردار کو منہا کر دیا جائے تو ہمارے پاس وہ کونسی روشنی اور مینار حق ہے جسے نمونہ بنا کر ہم ہر دور کے یزیدوں سے پنجہ آزمائی کا جواز نکال سکتے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے جدامجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احسانات کا بدلہ خوب چکایا ہے کہ ہمارے مولانا نے ان کے ذکر پر ہی کرفیو لگا دیا۔ فالی اللہ المشتکی

اور آگے آپ نے غور فرمایا کہ اگر کسی میلاد کی محفل میں قیام نہ کیا جائے اور بیان بھی صحیح روایات پر مبنی ہو تو اس میں حاضری جائز ہے یا نہیں۔

فرمایا نہیں نہیں، کسی محفل میلاد میں جانا جائز نہیں، چاہے کتنی ہی پابندی کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو رہی ہو۔ ذکر حسین علیہ السلام ہی کی کیا بات ہے۔ یہاں خود ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ صاف ہو گیا۔

میلاد پاک کی محفلیں شروع ہی سے اہل اسلام کے ہاں خیر و برکت اور باعث لطف و سروری ہیں۔ خود مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ "ہفت مسئلہ" دیکھ لیجئے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے "میں ہر سال میلاد، کی محفلیں منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لذت محسوس کرتا ہوں۔" پیر کا عمل یہ ہے مگر مرید فرماتے ہیں کہ صحیح روایات سے بھی میلاد جائز نہیں۔

اب یہ فیصلہ قارئین کرام کریں کہ ذکر حسین اور میلاد کی محفلوں پر تالے ڈلوانے کی مہم محمد و آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و نسبت کی دلیل ہے یا کچھ اور

محمد منشا تابش

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ



فتاوی رشیدیہ کامل

مبوّب بطرزِ جدید

از افاضات مبارکہ

حضرت مولانا الحاج الحافظ رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

٭ ٭ ٭

ناشران

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

جواب:۔ کفار سے سلام نہ کرے مگر بضرورت مباح ہے۔

آریہ سماج کا لکچر سُننا

سوال:۔ آریہ سماج کا لکچر سُننا اور اس موقع پر کہ سڑک پر ہو رہا ہو ایک کھلے مکان میں کھڑا ہو جاوے تو گناہ تو نہیں ہے۔

جواب:۔ آریہ کے وعظ کو نہ سُنے کہ احتمال فساد دین کا ہے مگر جو عالم ہے اور رد کرے تو کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ منع ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

انگریزی ادویہ

سوال:۔ اکثر ادویات انگریزی مثل عرق وغیرہ جو تیار ہوکر آتا ہے بظاہر اس میں اختلاط شراب جو بوجہ سرعت نفوذ تاثیر کے باوصف قلت مقدار جو خصایص شراب سے ہے اور بعض واقف لوگوں سے بعض عرق و بسکٹ وغیرہ میں اختلاط شراب معلوم ہوا بھی ہے ایسی حالت میں استعمال اس کا منع ہے یا نہیں۔

جواب:۔ جس میں خلط شراب یا نجس شئے کا ہے اس کا استعمال باوجود علم کے حرام ہے۔ اور لاعلمی میں معذور ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسکٹ نان پاؤ کا مسئلہ

سوال:۔ جو نان پاؤ یا بسکٹ وغیرہ تخمیر تاڑی ہو جو منجملہ مسکرات ہے کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں

جواب:۔ یہ مسئلہ مختلفہ ہے امام محمد کی روایت نجاست وحرمت کی ہے اور شیخین کی جواز کی تحقیق اور فتویٰ دونوں جانب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہندوؤں کا ہدیہ قبول کرنا

سوال:۔ ہندو تہوار ہولی یا دوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں۔

جواب:۔ درست ہے۔

ہندوؤں کی شادی میں جانا

سوال:۔ ہندوؤں کی شادی برات میں جانا جائز ہے یا نہیں مع مسمریزم سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں ان کو ٹھیک جاننا درست ہے یا نہیں۔

جواب: یہ دونوں امر نادرست اور حرام ہیں مرتکب ان کا فاسق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولایتی قند اور تر و خشک مٹھائی کا حکم

سوال: ولایتی قند اور مٹھائی تر یا خشک کھانی درست ہے یا نہیں۔

جواب: جس کی نجاست یا حرمت تحقیق ہو یا غالب گمان ہو وہ نہ کھاوے اور جس کا حال معلوم نہ ہو اُس کا کھا لینا درست ہے فقط۔

ہندوؤں کے پیاؤ کا پانی پینا

سوال: ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے یا نہیں

جواب: اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں۔

حضرت حسینؓ کی مجلس غم منانا

سوال: مجلس غم مقرر کرنا جیسے شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یا وفات نامہ وغیرہ خاصکر روز عاشورہ میں بوجہ غم کے مجلس مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں ارقام فرماویں۔

جواب: غم کی مجلس تو کسی کو واسطے درست نہیں کہ حکم صبر کرنے کا اور غم کے رفع کرنے کا ہے تعزیہ و تسلیہ اسی واسطے کیا جاتا ہے تو اسکے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت ہوگا اور شہادت حسین کا ذکر مجمع کر کے سوائے اسکے مشابہت رافض کی بھی ہے اور تشبہ اُن کا حرام ہے لہٰذا عقد مجلس غم کسی کا درست نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رافضیوں سے مراسم رکھنا

سوال: بد رافض سے انس رکھنا اور اتحاد رکھنا اور رسم دوستی ادا کرنا اور اُس کی دعوت کرنا اور اس کے یہاں دعوت کھانا باوجودیکہ اُس سے دین و دنیا کا کوئی مطلب ہو جائز ہے یا نہیں اور جو شخص بلا ضرورت رافض سے اتحاد رکھے وہ کیسا ہے اور ثقات کو اُس کی معیت میں اکل و شرب بلا کراہت جائز ہے یا نہیں۔

جواب: روافض خوارج اور سب فساق سے ربط ضبط مودت کا حرام ہے مگر بسبب معاملہ جاری کے معذور ہے اور اُن سے مودت کرنے والا مداہن فی الدین عاصی ہے۔

حسینؓ کی تصویر گھر میں رکھنا

سوال: مورتیوں امام حسین علیہ السلام کا گھر میں رکھنا کیسا ہے اور اُن کا فروخت کرنا اچھا ہے یا نہیں اور آگ میں جلا دینا مناسب ہے یا نہیں۔

ایصال ثواب وصدقات کرنا اور تعین آب وطعام بھی مثل شربت ہے یا کچھ دا ہے اور ہر غنی او رفقیر کو اس کا لینا اور تبرک جاننا اور جو غنی یا سید اس کو نہ لیوے تو مطعون کریں اور بُرا جانیں اور فی الجملہ ریا کو اس میں بہت دخل ہوتا ہے تو ایسی صورت میں امید ثواب کی ہو سکتی ہے یا نہیں اور یہ کل امور بدعات و معصیت ہیں یا نہیں۔

جواب: ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بمشابہت روافض کے منع ہے اور ماتم نوحہ کرنا حرام ہے۔ فی الحدیث نہی عن المراثی الحدیث[1] اور خلاف روایات بیان کرنا سب ابواب میں حرام ہیں۔ تقسیم صدقات بتخصیص ان ایام کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو بدعت ضلالہ ہے علیٰ ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کے ساتھ کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ اور سید کو حرام ہے اس پر طعن کرنا فسق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیران پیر کی گیارھویں

سوال: تبارک اور رجبی اور گیارھویں پیران پیر کی کرنا درست ہے یا نہیں۔

جواب: تبارک و رجبی بدعت ہیں اُن کی کوئی اصل شرع میں نہیں اور ایصال ثواب بروح حضرت قدس سرہٗ درست ہے اور تعین تاریخ کرپس وپیش نہ کرے بدعت ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایام محرم میں کتب شہادت کا پڑھنا

سوال: کتاب ترجمہ سر الشہادتین یا دیگر کتب شہادت خاص شہادت کی رات کو پڑھنا کیسا ہے حسب خواہش نمازیان مسجد یا کسی کے مکان پر۔

جواب: ایام محرم میں سر الشہادتین کا پڑھنا منع ہے حسب مشابہت مجالس روافض کے۔

محرم میں سبیل لگانا دودھ کا شربت پلانا

سوال: محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایت صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں۔

جواب: محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں فقط۔

[1] حدیث میں ہے کہ آپ نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی ۱۳۰۰ حنفی
عبد المصطفےٰ احمد رضا خان

عرس میں شرکت

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں

جواب: کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں ہے۔

ہر سال عرس کرنا

سوال: جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا عرس گنج مراد آباد میں ہر سال تاریخ معینہ پر ہوتا ہے بذریعہ اشتہار تاریخ عرس تشہیر بھی کی جاتی ہے خاص مریدان سلسلہ کو بذریعہ خطوط اطلاع بھی دی جاتی ہے تاریخ معینہ پر لوگوں کا اجتماع ہوکر قرآن خوانی ہوتی ہے اور ایصال ثواب کیا جاتا ہے قوالی راگ سماع مزامیر و دیگر خرافات وغیرہ روشنی بھی نہیں ہوتی ہے امیدوار ہوں کہ جواب باصواب مرحمت فرمادیں کہ میاں صاحب موصوف کے یہ عقائد بموجب شرع شریف جائز و درست ہیں یا باطل لغویات سے ہیں اگر ناجائز و نادرست نزد شارع علیہ السلام ہیں تو ایسے شخص اور ایسے عقیدہ رکھنے والے کی امامت درست ہے یا نہیں اور صحابہ پر طعن و مردود و ملعون کہنے والا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو علم الغیب جاننے والے باوجودیکہ قرآن و حدیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت کو علم غیب نہ تھا اور پھر واقف کار لوگوں کا سمجھانا اور میاں صاحب کا اصرار اپنے عقائد پر ان کو کس درجہ کا گنہگار بناتا ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سے سنت جماعت سے خارج ہووے گا یا نہیں ایسا عرس جس میں سب التزام ہو تاریخ تعین بھی ہو اجتماع بھی ہو پر قوالی راگ مزامیر سماع و ناجائز مجمع عورتوں کا نہ ہو جائز و درست ہے یا نہیں۔

جواب: عرس کا التزام کرے یا نہ کرے بدعت اور نادرست ہے تعین تاریخ سے قبروں پر اجتماع کرنا گناہ ہے خواہ اور لغویات ہوں یا نہ ہوں اور جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہوگا۔ از بندہ محمد یحییٰ السلام علیکم علم غیب کے متعلق دو تین رسالے میرے پاس موجود ہیں اور حضرت کی کتاب براہین قاطعہ میں یہ بحث اور بحث عرس وغیرہ خوب مدلل مذکور ہے والسلام۔

قول صحیح من غیر شک وشبہۃ ومن شک فیہ فقد کفر محمد عبد الجبار عفی عنہ محمد یٰسین اجی محمد راحم الرحیمن شیرکوٹی

الجواب صحیح والمجیب نجیح مدرس مدرسہ رڑکی محمد یٰسین عفی عنہ

الجواب صحیح کتبہ عبد الواحد بن عبد اللہ غزنوی الحق لا یتجاوز عما فی ہذا الجواب

دانا ابو عبید احمد اللہ عفی عنہ محدث امرتسری کتبہ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی

ہذا الجواب صحیح عبد الرحمٰن ابن مولوی غلام العلی المرحوم اشاعۃ القرآن

الجواب صحیح ابو الحق محمد الدین عفی عنہ احمد بن عبد اللہ الغزنوی

ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ جواب صحیح اور بالکل صحیح ہے محمد عبد الرحمٰن البہاری ابو اسحٰق محمد الدین

ابو الوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ خادم مدرسہ تائید الاسلام امرتسر ثناء اللہ محمود ہے

مولود خوانی مطلقاً وغیرہ رسوم وعادات جہلا موت فوت میں جو اوپر مذکور ہوئے سب بدعت وضلالت اور صریح گمراہی ہیں کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار وماذا بعد الحق الا الضلال ومن لم یقبل فلیباہلنی۔[1]

اللھم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلا[2] عبد الحق الغزنوی مباہل اہل باطل

الجواب حق وماذا بعد الحق الا الضلال ابو یعلی عبد الا علی غزنوی۔

لقد من اجاب احقر الدہور بندہ عبد الغفور عبد الغفور سنوہاری الجواب صحیح محمد عبد العزیز

ذکر ولادت اور ایصال ثواب میت کو جائز اور مستحب ہے لیکن جس طرح جہلا زمانہ نے قیام وغیرہ متفرق قیدیں نکالی ہیں۔ یہ بدعت سیئہ ہیں اور اصرار کرنا بدعت کبیرہ ہے اور بعض وقت نوبت کفر تک پہنچتی ہے۔

حکیم محمد ضیاء الدین عفی عنہ تعلم بندہ احمد حکیم محمد ضیاء الدین خلیفہ حضرت حافظ ضامن صاحب شہید

بدون قیام کے مجلس میلاد کا انعقاد

سوال: ۔ انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایت صحیح درست ہے یا نہیں۔

جواب: ۔ انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم۔

---

[1] ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے اور حق کے بعد بجز گمراہی کے اور کیا ہے اور جو قبول نہ کرے وہ مجھ سے مباہلہ

[2] اے اللہ ہم کو حق دکھا حق کے طور پر اور باطل دکھا باطل کے طور پر۔

علمائے حجاز کا فتویٰ تکفیر اور علمائے دیوبند کا اقرار

علامہ سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ منورہ سمیت تقریباً پچاس نامور علماء حجاز نے علماء دیوبند کی زیر بحث گستاخانہ عبارات پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ان میں سے سات نے اپنے فتویٰ میں یہ لکھا کہ ان علماء دیوبند کی یہ عبارات گستاخانہ اگر ثابت ہو جائیں تو بلاشبہ یہ علماء کافر ہیں۔ جبکہ باقی بیشتر ان علما عرب و عجم نے زیر بحث عبارات کی بناء پر علماء دیوبند پر غیر مشروط فتویٰ کفر صادر کیا ہے۔

علمائے دیوبند نے اپنی گستاخانہ عبارات کے ثبوت میں الجھاؤ پیدا کرنے کی غرض سے حجاز مقدس کے سات علماء کرام کے مشروط فتویٰ کفر کو غنیمت سمجھا اور ان سات علماء کرام کو انہوں نے سراہا۔

دیکھئے مقدمہ الشہاب الثاقب

مگر اس سے آگے الجھاؤ پیدا کرنے کے لئے علماء دیوبند کو کچھ نہیں سوجھتا کہ وہ کیا کریں۔ زیر بحث عبارات سے ان کے انکار کی کوشش اس لئے کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ دیوبند سے مطبوعہ یہ عبارات لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں۔

ان عبارات پر فتویٰ کفر کو غلط اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ خود علماء دیوبند بھی ایسی عبارات پر یہی فتویٰ دے چکے ہیں علماء عرب و عجم کے فتویٰ سے انکار یوں نہیں ہو سکتا کہ وہ خود اپنی تصنیفات میں ان فتاویٰ کا اقرار کر چکے ہیں۔

اب آخری حربہ یہ رہ جاتا ہے کہ زیر بحث عبارات کی غلط سلط تاویلات کر دی جائیں اور یعنی، مطلب یہ، مطلب وہ ہے، مراد یہ ہے، اور مراد وہ ہے، کا سہارا لیا جائے، مگر یہ حربہ اس لئے ناکام ہے کہ زیر بحث عبارات عرف اور محاورہ میں صریح گستاخی قرار پا چکی ہیں۔ جب الجھاؤ کے لئے کوئی موقف متعین نہ ہو سکا تو علماء دیوبند نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے بڑوں کو بچانے کے لئے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ سب کچھ آزمایا جائے، یہی وجہ ہے کہ علماء دیوبند اس مسئلہ میں سخت کشمکش کا شکار ہیں اور بے خوابی میں مبتلا رات آ رہے ہیں۔



از

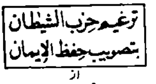
شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ

معہ

غایۃ المامول
فی ترجمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول

از

علامہ سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ منورہ
علی ساکنہا الصلوٰۃ والسلام



از

حضرت مولانا ابو الرضا محمد عطاء اللہ قاسمی بہاری
رحمہ اللہ تعالیٰ

انجمن ارشاد المسلمین

۶-بی، شاداب کالونی ○ حمید نظامی روڈ ○ لاہور

عرضِ ناشر

تقریباً دو سال پیشتر انجمن ارشاد المسلمین کی طرف سے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی تصنیف لطیف "الشہاب الثاقب" کی اشاعت کا اعلان کیا گیا تھا۔ لیکن مختلف عوارض کی بنا پر اس کی طباعت تاخیر و تعویق کا شکار ہوتی رہی۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انجمن کے ناظم اعلیٰ محترم انوار احمد صاحب کا ارادہ تھا کہ کتاب پر ایک ایسا محققانہ مقدمہ لکھا جائے کہ جس میں کتاب مذکور کے خلاف پھیلائی جانے والی بعض اہم غلط فہمیوں کا ایسا دندان شکن جواب دیا جائے کہ جس سے احمد رضا خان صاحب کے سفرِ حرمین شریفین کے تمام مخفی گوشے اجاگر ہو جائیں اور حرمین شریفین میں احمد رضا خان صاحب نے جو مکروہ کارروائی پورے مکر و فریب کے ساتھ کی تھی اس کے تمام خد و خال لوگوں کے سامنے آجائیں اور ان کی تکفیری کارروائی کا سارا پس منظر واضح ہو جائے

لیکن اس کے لئے کوئی دوسرا شخص تیار نہ تھا اور وہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث اس کے لئے مناسب وقت جلد نہ نکال سکے۔ بہرحال اب یہ طویل مقدمہ تکمیل کے مراحل سے گزر کر آپ کے سامنے ہے۔ ہم اس کی تعریف و توصیف کے سلسلہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتے اس کا فیصلہ قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

ہم "الشہاب الثاقب" کے ساتھ علامہ سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ منورہ (احمد رضا خان صاحب نے موصوف کا ذکر خیر حسن القابات و خطابات سے کیا ہے دیکھئے حسام الحرمین ص ملاحظہ ہو) کی کتاب "غایۃ المامول فی تتمۃ منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول" بھی شائع کر رہے ہیں جو علامہ موصوف نے احمد رضا خان صاحب کے خلاف تحریر فرمائی تھی۔ جس پر دیگر علماء مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً) نے اپنی تقریظات لکھیں اور اپنے تائیدی دستخط ثبت فرمائے جس سے یہ

حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ " فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں کیا تھے ، اور ان کے نزدیک احمد رضا صاحب کے بعض عقائد و نظریات کس قدر گمراہ کن تھے ؟ یہ کتاب آج کل نہ صرف کمیاب بلکہ تقریباً نایاب ہو چکی تھی ۔ ہم اس کتاب کی افادیت بڑھانے کے لئے اس کا ترجمہ بھی ساتھ ہی شائع کر رہے ہیں ۔ جو ہمارے رفیق کار اور انجمن کے اول نائب امیر جناب مولوی نعیم الدین صاحب نے کیا ہے ۔

چونکہ بریلوی حضرات ایک یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ علماءِ دیوبند نے " حفظ الایمان " کی عبارت کے جو جوابات دیئے ہیں وہ آپس میں متخالف و متعارض ہیں ۔ چنانچہ حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری رہ کے جواب کے مطابق حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رہ کافر قرار پاتے ہیں ۔ اور حضرت مدنی رہ کے جواب کے پیش نظر حضرت چاندپوری رہ کافر ہیں ۔ (العیاذ باللہ) ۔ اس لئے ہم " الشہاب الثاقب " کے ساتھ ہی حضرت مولانا ابوالرضا محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بہاری رہ کی کتاب " ترغیم حزب الشیطان بتصویب حفظ الایمان " بھی شائع کر رہے ہیں ۔ جس میں اس اعتراض کا مسکت و دندان شکن جواب دیا گیا ہے ۔

" الشہاب الثاقب " میں درج شدہ بعض الفاظ کے بارے میں حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کی ایک پرانی روایت کا درج کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں ۔ اور وہ یہ ہے کہ ۔

" ایک بار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی طالب علم نے یہ سوال کیا کہ " الشہاب الثاقب " میں بعض مقامات پر " وہابیہ " کے لئے لفظ " خبیث " استعمال کیا گیا ہے جو بہت سخت ہے ۔ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ " الشہاب الثاقب " کا مسودہ جس طالب علم کو صاف کرنے کیلئے دیا گیا وہ " وہابیوں " کا سخت مخالف تھا ۔ اس نے بعض مقامات پر " وہابیہ " کے ساتھ ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا ۔ پھر جلدی اشاعت کے باعث اس کی تصحیح نہ کی جا سکی اور اگلے طابعین پھر اسی کی کاپی کرتے رہے :

لگا دیا ہے۔

اپنی تقاریظ میں شرط لگانے والے علمائے حرمین شریفین

کی اصل عبارتیں ملاحظہ ہوں

○

۱ : مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد ؒ اپنی تقریظ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

فلن من قال بهذه الاقوال معتقدا لها كما هي مبسوطة في هذه الرسالة لا شبهة انه من الكفرة الضالين المضلين ۔ [۱]

ترجمہ ! کیونکہ جو شخص اس رسالہ کی تفصیل کے مطابق ان اقوال کا معتقد ہوگا تو اس کے گمراہ اور گمراہ کرنے والے کافروں میں سے ہونے میں شبہ نہیں۔

۲ : علامہ شیخ صالح کمال ؒ رقمطراز ہیں۔

فهم والحال ما ذكرت مارقون من الدين ۔ [۲]

ترجمہ ! وہ لوگ دین سے خارج ہیں۔ بشرطیکہ حال وہی ہو جو تو نے ذکر کیا ہے۔

۳ : علامہ محمد علی بن حسین مکی ؒ تحریر فرماتے ہیں۔

فاذا هو كما قال ذالك الهمام يوجب ارتدادهم [۳]

ترجمہ ! واقعی جس طرح مصنف بلند ہمت نے بیان کیا ہے اس کے بموجب تو ان کے اقوال ان کا کفر واجب کر رہے ہیں۔

[۱] (حاشیہ برصفحہ آئندہ)

۴ : مولانا عمر بن حمدان المحرسی رہ لکھتے ہیں۔

فهؤلاء ان ثبت عنهم ما ذكره هذا الشيخ ... . فلا شك فى كفرهم ۔ [1]

ترجمہ : ان لوگوں سے اگر وہ باتیں ثابت ہو جائیں جو اس شیخ (احمد رضا خان صاحب) نے ذکر کی ہیں...... تو پھر ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ۔

۵ : مولانا سید شریف احمد برزنجی رہ اپنی تقریظ میں رقم فرماتے ہیں ۔

هذا حكم هؤلاء الفرق والاشخاص ان ثبتت عنهم هذه المقالات الشنيعة ۔ [2]

ترجمہ : ان فرقوں اور شخصوں پر حکم کفر تب لگے گا اگر ان سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہو جائیں ۔

۶ : شیخ محمد عزیز وزیر مالکی رہ نے اپنی تقریظ میں اپنے استاذ اور شیخ مولانا سید شریف احمد برزنجی رہ کی تقریظ کی تائید کی ہے ۔ [3]

۷ : شیخ عبد القادر توفیق شلبی طرابلسی حنفیؒ مدرس مسجد نبوی اپنی تقریظ میں ارقام فرماتے ہیں ۔

ما اذا ثبت و تحقق ما نسب هؤلاء القوم......

ترجمہ : سوال میں ذکر شدہ باتوں کی نسبت ان لوگوں کی طرف

---

[1] (حاشیہ صفحہ گزشتہ) حسام الحرمین ۔ ص ۱۰۳ ۔ [2] حسام الحرمین ص ۱۴۱ ۔ [3] حسام الحرمین ص ۱۰۰ ۔
[4] حسام الحرمین ۔ ص ۱۲۵ ۔ [5] حسام الحرمین ۔ ص ۱۴۱ ۔ [6] حسام الحرمین ، ص ۱۴۵

۱۱

..... ما ھو مبین فی السوال نعند ذالک یحکم بکفرہم۔ لہ	جب ثابت ہو جائے گی تب ان کے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

اس کے بعد موصوف اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وانما قیدنا بالثبوت و التحقیق لان التکفیر نجاحہ خطرۃ و معابدہ وعرۃ۔ لہ	ترجمہ! ہم نے ثبوت اور تحقیق کی قید اس لئے لگادی ہے کہ تکفیر کی راہوں میں خطرہ ہے۔ اور اس کے راستے دشوار گزار ہیں۔

چونکہ مذکورہ بالا تقریظ لکھنے والے سات علماء حرمین نے اپنی تقریظ میں شرط لگادی ہے اور یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جملہ شرطیہ کے اندر شرط اور جزاء میں حکم نہیں ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ مذکورہ بالا حضرات نے نہ خود علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے اور نہ احمد رضا خان صاحب کے فتوئے کفر کی تائید۔ بلکہ ان ساتوں حضرات کی تقاریظ کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر علماء دیوبند کے عقائد وہی ہوں جو احمد رضا خان صاحب نے اپنے رسالہ " حسام الحرمین " میں ذکر کئے ہیں تو وہ کافر قرار پائیں گے ورنہ نہیں۔

اور ۳۳ میں سے جب سات علماء یوں نکل گئے۔ اب باقی بچ گئے ۲۶ علماء۔ گویا علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں علماء حرمین شریفین میں سے صرف ۲۶ علماء کرام نے احمد رضا خان صاحب کی بظاہر غیر مشروط تائید و تصدیق کی ہے۔

لہ حسام الحرمین۔ ص ۱۵۰۔ لہ حسام الحرمین ص ۱۵۷۔ لہ "بظاہر" کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ مفتی کا جواب ہمیشہ اس شرط کے ساتھ مشروط۔ بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ

باب اوّل

فتویٰ لینے میں جو دھوکہ اور کید و فریب بازی کی گئی اس کا بیان

کید اوّل یعنی پہلا فریب۔ جن علمائے دین کی نسبت کفر کا فتویٰ حرمین سے حاصل کیا ہے ان پر وہ مجموعے الزام واتہام لگائے گئے ہیں جن سے وہ بالکل بری اور پاک ہیں اور وہ عقیدے اور خیالات ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں جن سے وہ مقدس علمائے ہندوستان سخت بیزار ہیں اور خود بھی ان کو کفر سمجھتے ہیں، حرمین شریفین کے عالموں نے اسی سوال کے مطابق جواب دیا اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر کفر و شرک کا حکم لگا دیا کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ جیسا سوال ہوتا ہے ویسا ہی جواب لکھا جاتا ہے اگر یہی سوال لکھ کر کسی شخص پر یہی الزام اور بہتان لگا کر ہندوستان کے ان مقدس عالموں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ بھی کفر و شرک کا حکم لگا دیں گے چنانچہ متعدد فتوے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے کہ جو شخص شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کہے خدا کو جھوٹا کہے اس کا کیا حکم ہے تو آپ نے فتویٰ اس کے کفر کا دیا اور ہم عنقریب ان کی عبارت بھی نقل کریں گے اس سے حرمین شریفین کے بعض محققین اور پر احتیاط عالموں نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر سائل کا بیان سچ ہے اور ان لوگوں کا فی الحقیقت یہی عقیدہ ہے تو وہ کافر جہنمی ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ چند عالموں کا قول فتویٰ میں سے نقل کیا جاتا ہے۔ ایک عالم فرماتے ہیں من ذی [illegible] و [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] رسالۃ [illegible] من [illegible] یعنی جو شخص ان باتوں کا قائل ہو اور جس تفصیل سے اس رسالہ میں لکھا ہے اسی تفصیل سے اعتقاد رکھتا ہو وہ بلا شبہ گمراہ ہے [illegible] ملاحظہ ہو تقریظ نمبر ۱۰ صفحہ [illegible] سطر [illegible] حسام الحرمین یعنی فتویٰ کی [illegible] مؤلفہ بریلوی [illegible] : دوسرے عالم لکھتے ہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] یعنی اگر فی الحقیقت ان لوگوں کا یہی حال ہے جو تم نے لکھا ہے تو وہ کافر ہیں خارج [illegible] ملاحظہ ہو تقریظ نمبر ۲ صفحہ [illegible] سطر ۵۔ تیسرے عالم فرماتے ہیں [illegible] [illegible] کفر کی جو اس کا دعویٰ کرے وہ بے شک کافر ہے ملاحظہ ہو تقریظ [illegible] صفحہ [illegible] سطر [illegible]۔

چوتھے عالم نے تو نہایت ہی احتیاط کی اور بہت تفصیل سے یہ لکھا ہے کہ اگر ان لوگوں سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] گنگوہی کی شیخ [illegible] نے لکھا ہے کی [illegible] دعویٰ نبوت کا اور مولانا [illegible] [illegible] [illegible] صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین تنقیص [illegible] ہو [illegible] تو ان لوگوں

مولوی حسین احمد مدنی کی کتاب الشہاب الثاقب کے صفحہ کا عکس جس میں انہوں نے ایک فقرے کو تسلیم کیا ہے۔

اس نے اپنے استاد خاص ابلیس لعین سے سیکھا ہے۔

چھٹا بہتان اور مکرِ عظیم

یہ فریب اور مکر بہت ہی بڑا دجال المجددین اور اس کے اتباع کا ہے کہ جس کی وجہ سے اہل عرب میں خصوصاً اور اہل ہند میں عموماً اس سلسلہ کی اشاعت ہوتی ہے اور اسی نام کی بدولت دنیا جہان سے دھوکہ دیکر روٹیاں ہاتھ آتی ہیں یہ جملہ مکاریوں کی اصل اور تمام دغابازیوں کی بنیاد ہے۔ ماجرا محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداءً تیرہویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا۔ اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اسکی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود و نصاریٰ سے نہ یوں ہے نہ ہنود سے غرضکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیئے۔ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں، چونکہ بعد المفسدین اور ان کے اتباع کو اہل عرب کی نظروں میں خصوصاً اور اہل ہند کی نگاہوں میں عموماً ان کے بد خواہ اور دین و سرداروں کا دشمن، دین کا مخالف ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے اس لقب سے بڑھ کر انکو کوئی لقب اچھا معلوم نہیں ہوتا جہاں کسی کو متبع شریعت و تابع سنت پایا جھٹ وہابی کہہ دیا تاکہ لوگ متنفر ہو جاویں اور ان لوگوں کے مصالح اور ترقیوں میں جو طرح طرح کی مکاریوں سے حاصل ہوتی ہیں فرق نہ پڑے، صاحبو شراب پیو، ڈاڑھی منڈاؤ، گوبر کی گرو [illegible] کرو، اعلام بازی ترک جماعت و صوم و صلوٰۃ جو کچھ کرو یہ سب علامات اہل سنت والجماعت ہونے کی ہیں اور اتباع شریعت صورۃً و عملاً جس کو حاصل ہو وہ وہابی ہو جاوے گا مشہور ہے کہ کسی نواب صاحب نے کسی اپنے ہمنشین سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم وہابی ہو۔ انھوں نے جواب دیا حضور میں تو ڈاڑھی منڈاتا ہوں میں کیسے وہابی ہو سکتا ہوں میں تو خالص سنی ہوں، دیکھئے علامت سنی ہونیکی ڈاڑھی منڈانا ہو گیا دجال المجددین نے اس رسالہ میں [illegible] غرض خاص سے ان اکابر کو وہابی کہا ہے تاکہ اہل عرب دیکھتے ہی غیظ و غضب میں آکر [illegible]

مولانا احمد مدنی
نے ایک
[illegible] جس میں
نے محمد بن
[illegible] کے متعلق
لکھ دیئے ہیں
ص ۴۲

اقرار کفر

حال ہی میں دیو بندی مکتب فکر کی طرف سے علامہ سید احمد برزنجی مفتی مدینہ منورہ کی تصنیف ''غایۃ المامول'' شائع کی گئی ہے جس کے ٹائیٹل پر مصنف کے القاب تین سطروں میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ علامہ برزنجی دیو بندیوں کے نزدیک انتہائی مسلم شخصیت ہیں۔

علامہ برزنجی صاحب نے جہاں مولانا احمد رضا خان بریلوی اور دیگر علماء عرب و عجم کی موافقت کرتے ہوئے علماء دیو بند کی گستاخانہ عبارات کو کفریہ قرار دیا ہے اور نہایت اہتمام سے کفر کی تائید فرمائی ہے۔ وہاں انہوں نے مولانا احمد رضا خان بریلوی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی رائے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم تمام ممکنات حتیٰ کہ علوم خمسہ کو بھی محیط کیا ہے، جبکہ علامہ برزنجی موصوف کی رائے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم شریف اگر چہ تمام ممکنات کو محیط ہے، مگر علوم خمسہ اس سے خارج ہیں۔

علامہ برزنجی نے اپنی اس رائے کے اثبات میں رسالہ ''غایۃ المامول'' لکھا، جس کے مقدمہ میں انہوں نے اس ساری حقیقت کو واضح فرمایا ہے کہ اگر چہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے مسئلہ میں مولانا احمد رضا سے اختلاف کرتے ہوئے یہ رسالہ لکھ رہا ہوں، مگر علماء دیو بند کی گستاخانہ عبارات کے کفر پر دوسرے علماء کی طرح میں بھی متفق ہوں اور آج بھی میرا یہی فتویٰ ہے۔

فرماتے ہیں ''ہم نے اس رسالہ (حسام الحرمین) پر تقریظ لکھ دی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں (علماء دیو بند) سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہو جائیں، تو یہ لوگ کافر اور گمراہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب باتیں اجماع امت کے خلاف ہیں۔

(ترجمہ) غایۃ المامول ص 299۔ مترجم مولوی نعیم الدین دیو بندی

دیو بندی مکتب فکر کی طرف سے غایۃ المامول کو چھاپنے اور شائع کرنے کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ علامہ برزنجی مفتی مدینہ منورہ نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی مخالفت کی ہے جیسا کہ انہوں نے اس کے ٹائیٹل پر لکھا ہے۔'' احمد رضا خاں صاحب کا گمراہ کن عقیدۂ غیبیہ، علمائے حجاز کی نظر میں'' بلکہ ''الشہاب الثاقب'' کے ابتداء میں ص 8-9 عرض ناشر کے تحت لکھا ہے ہم الشہاب الثاقب کے ساتھ

علامہ سید احمد برزنجی کی کتاب "غایۃ المامول" کے چند صفحات کے فوٹو بھی شائع کر رہے ہیں جو علامہ موصوف نے احمد رضا خاں صاحب کے خلاف تحریر فرمائی تھی، جس پر دیگر علماء مدینہ منورہ نے اپنی تقریظات لکھیں اور اپنے تائیدی دستخط ثبت فرمائے، جس سے یہ حقیقت پوری طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں کیا تھے؟ ہم اس کتاب کی افادیت بڑھانے کے لئے اس کا ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔ جو ہمارے رفیق کار اور انجمن کے اول نائب امیر جناب مولوی نعیم الدین صاحب نے کیا ہے۔" ملخصاً"

غرضیکہ "غایۃ المامول" کی اشاعت اور اس کے مصنف کے القابات خود اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ کتاب اور اس کا مصنف علماء دیوبند کے نزدیک انتہائی مسلم اور مقبول ہیں۔

غایۃ المامول کے مطالعہ سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

1۔ اگر چہ بقول علماء دیوبند احمد رضا خان نے "گمراہ کن عقیدہ غیبیہ" سے علامہ برزنجی کا اختلاف معلوم ہوا (حالانکہ علامہ برزنجی نے اپنی کتاب میں کہیں بھی گمراہ ہونے کا حکم لگایا اور نہ ہی یہ فتویٰ دیا) مگر علماء دیوبند نے اپنے خلاف علامہ برزنجی کا فتویٰ کفر دوبارہ تسلیم کرلیا اور اس پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ یوں ایک بار پھر انہوں نے اپنے کفر کا التزام کرلیا۔

2۔ علامہ برزنجی نے "غایۃ المامول" پر مزید ۱۳ علماء مدینہ منورہ کی تصدیقی دستخط کروا کر علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر فتویٰ کفر کی تقریظ و تصدیق کرنے والے علماء حجاز کی تعداد میں اضافہ کردیا جس کو دیوبندیوں نے خود بھی تسلیم کیا، کیونکہ "غایۃ المامول" کے مشمولات میں علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات اور ان پر علامہ برزنجی کا فتویٰ کفر بھی موجود ہے۔

3۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے ایک مسئلہ میں اختلاف کے باوجود علامہ برزنجی کا علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر فتویٰ کفر میں مولانا احمد رضا خان کی تائید و توثیق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ علماء حرمین نے علی وجہ البصیرت بڑے غور وفکر کے ساتھ علماء دیوبند کی کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

اس تفصیل سے دیوبندیوں کا یہ الزام بے بنیاد ثابت ہوگیا علماء حجاز نے احمد رضا خان کے تعارف یا ان کے مباحث علمیہ یا ان کے عجز وانکسار سے متاثر ہوکر اور یا علماء حرمین نے اپنی شہرت کی خاطر یا سادہ لوح ہونے کی بناء پر دھوکہ میں آکر علماء دیوبند کے خلاف فتویٰ کفر پر دستخط کردیئے جیسا کہ "شہاب ثاقب" اور اس کا مقدمہ میں کہا گیا ہے۔

جاری ہے

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ۔
اے پیغمبر! آپ فرمادیجئے کہ زمین و آسمان میں کوئی شخص غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔
(النمل : ۶۵)

احمد رضا خان صاحب کا گمراہ کن عقیدہ غیبیہ، علمائے حجاز کی نظر میں۔

غایۃ المأمول

فی تتمۃ

منہج الوصول فی تحقیق علم الرسول

للشیخ الفاضل الکامل الجامع بین المعقول والمنقول الحاوی للفروع والاصول علامۃ الزمان فہامۃ الاوان حامل لواء التحقیق مالک ازمۃ التدقیق حضرۃ مولانا السید احمد آفندی البرزنجی الحسینی المفتی بالمدینۃ المنورۃ، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ناشر

انجمن ارشاد المسلمین

۶ بی ۔ سادات کالونی ، حمید نظامی روڈ ۔ لاہور

اوفى الايات البينات ۔ والمعجزات
الباهرات ۔ سيدنا و مولانا محمد
خير الوسائل ۔ القائل حين سئل
عن الساعة « ما المسئول عنها
باعلم من السائل » و على
جميع الانبياء والمرسلين ۔ وعلى
آلهم وصحبهم والتابعين ۔

اما بعد !

فقد كنت الفت رسالة
مختصرة جوابا عن سوال
ورد الىّ من الهند مضمونها انه ۔
« وقع تنازع بين علماء
الهند فى علمه صلى الله عليه
وسلم هل هو محيط بجميع
المغيبات حتى الخمس المذكورة
فى قوله تعالى « انّ الله عِندَهٗ
عِلمُ السّاعةِ وَيُنَزِّلُ الغَيثَ الآية
او غير محيط بذالك وان
جماعة من العلماء ذهبوا الى
الاول والآخرون الى الثانى
فمع اىّ الفريقين يكون الحق؟

پر جیسے کھلی ہوئی نشانیاں اور بڑے بڑے
معجزات دیئے گئے جو ہمارے آقا و مولیٰ
ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ
وسلم ہے ۔ جو بہترین وسیلہ ہیں ۔ جن سے
قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا
کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ قیامت کے
بارے میں سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا اور
(ان کے ساتھ ہی) دیگر تمام انبیاء و مرسلین
اور ان کی آل واصحاب واتباع پر بھی ۔

اما بعد !

ہندوستان سے آنے والے ایک سوال
کے جواب میں ۔ میں نے ایک مختصر رسالہ لکھا
تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ۔
« علماء ہند میں جناب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے علم کے بارے میں جھگڑا پڑ گیا ہے کہ آیا آپ
صلی اللہ علیہ وسلم ، کا علم مغیبات خمسہ جن کا
ذکر آیت انّ اللہ عِندَہٗ عِلمُ السّاعۃ
میں ہے سمیت تمام غیبیات کو محیط ہے یا
نہیں ۔ علماء کی ایک جماعت پہلی شق کی قائل

له السجده : ٣٤

نريد منكم بيان ذالك بالأدلة الشافية ؟

فالفت تلك الرسالة وبينت فيها انه صلى الله عليه وسلم اعلم الخلق وانه عليه محيط بجميع مهمات الدين ومحيط ايضا بمهمات الكائنات في الدنيا والاخرة. ولكن المغيبات الخمس لا تدخل تحت شمول علمه الشريف للادلة الواضحة الدالة على ذالك من الكتاب والسنة وكلام السلف وان ذالك لا يخدش ادنى خدش في علو مقامه ورفعة درجته فتلقوا رسالتي المذكورة بكمال الرغبة ونهاية القبول.

ثم بعد ذالك ورد الى المدينة المنورة رجل من علماء الهند يدعى احمد رضا خان فلما اجتمع بي اخبرني اولا ان في الهند اناسا من اهل الكفر و

ہے۔ اور دوسری شق کی سمجھاتے ہیں کہ آپ شافی دلائل سے یہ بیان فرمائیں کہ حق کس جماعت کے ساتھ ہے ؟

پس میں نے وہ سابقہ رسالہ تالیف کیا اور اسمیں بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم ہے۔ اور آپ کا علم جمیع دینی امور کو محیط ہے۔ بلکہ دنیا و آخرت کے تمام اہم امور کو محیط ہے لیکن قرآن و سنت اور کلام سلف کے واضح دلائل کی بنا پر مغیبات خمسہ آپ کے علم شریف میں داخل نہیں ہیں اور یہ بات آپ کے مقام کی برتری اور بلندی مرتبت میں ذرہ بھر قادح نہیں ہے پس انہوں نے میرے اس رسالے کو انتہائی رغبت اور پوری قبولیت کیساتھ لے لیا۔

پھر اس کے بعد علماء ہند میں سے ایک شخص جسے احمد رضا خان کہا جاتا ہے مدینہ منورہ آیا۔ جب وہ مجھ سے ملا تو اولاً اس نے مجھے یہ بتایا کہ ہند میں اہل کفر و ضلال میں سے کچھ لوگ ہیں جن میں سے ایک غلام احمد قادیانی ہے جو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام

الضلال منهم غلام احمد القادیانی فانه یدعی مماثلة المسیح والوحی الیہ والنبوة۔ ومنهم الفرقة المساة بالامیریة ۔ والفرقة المساة بالنذیریة۔ والفرقة المساة بالقاسمیة۔ یدعون انه لو فرض فی زمنه صلی اللہ علیہ وسلم۔ بل لو حدث بعدہ نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیته۔ ومنهم الفرقة الوھابیة الکذابیة اتباع رشید احمد الکنکوھی القائل بعدم تکفیر من یقول بوقوع الکذب من اللہ تعالی بالفعل۔ ومنهم رشید احمد الذی یدعی ثبوت اتساع العلم للشیطان وعدم ثبوته للنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ومنهم اشرف علی التانبی القائل ان صح الحکم علی ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم علم المغیبات کما یقول بہ

کے مماثل ہونے اور اپنے لئے وحی اور نبوت کا دعوے کرتا ہے۔ انہیں میں سے ایک فرقہ امیریہ ہے۔ ایک نذیریہ ہے۔ ایک قاسمیہ ہے۔ جو دعویٰ کرتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نبی فرض کرلیا جائے بلکہ اگر آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو جائے تب بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ انہیں میں سے ایک فرقہ وہابیہ کذابیہ ہے جو رشید احمد گنگوہی کا پیرو ہے۔ جو اللہ تعالےٰ سے بالفعل کذب کے وقوع کا قول کرنے والے کو کافر نہیں قرار دیتا۔ انہیں میں سے ایک شخص رشید احمد ہے جو مدعی ہے کہ وسعت علم شیطان کے لئے ثابت ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں۔ انہیں میں سے ایک اشرف علی تھانوی ہے جو کہتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر علم مغیبات کا حکم لگانا بقول زید صحیح ہو تو سوال یہ ہے کہ اس کی مراد بعض مغیبات ہیں یا سب؟ اگر بعض مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید، عمرو، بکر، بلکہ جمیع

زيد فالمسئول عنه انه ماذا اراد
بهذا ؟ البعض الغيوب ام كلها ؟
فان اراد البعض فاى خصوصية فيه
لحضرة الرسالة فان مثل هذا العلم
بالغيب حاصل لزيد وعمرو بل لكل
صبى ومجنون بل لجميع الحيوانات
والبهائم ـ

وانه الف رسالة فى الرد عليهم
وابطال اقوالهم سماها " المعتمد المستند "
ثم اطلعنى على خلاصة من تلك
الرسالة فيها بيان اقاويلهم المذكورة
فقط ـ والرد عليهم على سبيل الاختصار
وطلب تقريظا وتصديقا على ذالك
فكتبنا له التقريظ والتصديق المطلوب وحاصل
ماكتبنا انه ان ثبت عن هؤلاء تلك
المقالات الشنيعة فهم اهل كفر و
ضلال لان جميع ذالك خارق لاجماع
الامة ـ واشرنا فى ضمن ذالك الى
بعض الادلة فى ابطال اقاويلهم ـ

ثم بعد ذالك اطلعنى احمد رضا
خان المذكور على رسالة له ذهب

حیوانات و بہائم کو حاصل ہے۔

اور اس نے مجھے بتایا کہ اس نے
ان فرقوں کے رد اور ان کے اقوال کے باطل
کرنے کے لئے ایک رسالہ موسوم ۔
" المعتمد المستند " لکھا ہے۔ پھر اس نے
مجھے اس رسالہ کے خلاصہ حسام الحرمین پر
مطلع کیا۔ اس میں صرف ان فرقوں کے اقوال
مذکورہ کا بیان اور ان کا مختصر سا رد تھا۔ اور
اس رسالہ حسام الحرمین پر تصدیق
و تقریظ طلب کی۔ ہم نے اس پر تقریظ و
تصدیق لکھ دی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر
ان لوگوں سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہو جائیں
تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں۔ کیونکہ یہ سب
باتیں اجماع امت کے خلاف ہیں۔ اور اپنی
تقریظ کے ضمن میں ہم نے ان کے اقوال
کے ابطال کے لئے بعض دلائل کی طرف
بھی اشارہ کیا۔

پھر اس کے بعد مجھے احمد رضا خان
نے اپنے ایک اور رسالہ پر مطلع کیا جس
میں وہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا علم ہر چیز کو

فيها الى انه صلى الله عليه وسلم علمه محيط بكل شئ حتى المغيبات الخمس وانه لا يستثنى من ذالك الا العلم المتعلق بذات الله تعالى وصفاته المقدسة۔ وانه لا فرق بين علم البارى سبحانه وتعالى وعلمه صلى الله عليه وسلم فى الاحاطة المذكورة الا بالقدم والحدوث۔ و ان له على مدعاه هذا برهانا قاطعا وهو قوله تعالى وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ ، فلم ال جهدا فى بيان ان الاية المذكورة لا تدل على مدعاه دلالة قطعية و ان الاحاطة العلمية بجميع المعلومات التى لا تتناهى مختصة بالله تعالى ولم يقل بحصولها لغيره تعالى احد من ائمة الدين فلم يرجع من ذالك واصر وعاند ولما كان زعمه هذا غلطا وجراءة على تفسير كتاب الله بغير دليل احببت الآن ان اجمع كلاما مختصر

محیط ہے۔ حتیٰ کہ مغیبات خمسہ کو بھی۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات سے متعلق علم کے علاوہ کوئی چیز بھی آپ کے علم سے مستثنیٰ نہیں۔ اور یہ کہ خدا تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم کے درمیان احاطۂ مذکورہ میں صرف حدوث وقدم کا فرق ہے اور یہ کہ اس کے پاس اپنے اس مدعیٰ پر دلیل قاطع اللہ تعالےٰ کا قول وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ ہے۔ (یعنی ہم نے آپ پر قرآن کریم کو ہر چیز کا بیان بنا کر نازل کیا ہے) پس میں نے اس بات کے بیان میں کوئی کوتاہی نہیں کی کہ آیت مذکورہ اس کے مدعیٰ پر دلالۃ قطعیہ کے [illegible] پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ کہ تمام معلومات غیر متناہیہ کا احاطۂ علمیہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اور ائمہ دین میں سے کسی نے بھی غیر اللہ کے لئے غیر متناہی کے احاطۂ علمیہ کا قول نہیں کیا۔ لیکن احمد رضا خان نے اپنے قول سے رجوع نہیں کیا بلکہ وہ اپنی بات

يكون تتمة لرسالتنا الاولى
فيه بيان بطلان استدلاله
على مدعاه بالاية المذكورة ـ
مشيرا الى بعض مهمات رسالته
المذكورة التي ذكرها تأييدا
لقوله ـ مبينا نقضها وعدم
صحتها من وجوه عديدة
لئلا يظن من اطلع على تقريظنا
المذكورة انا وافقناه في هذا
المطلب فاقول وبالله التوفيق ان
رسالتنا هذه تنقسم الى بابين.
الباب الاول في الوجوه الدالة على
عدم صحة دعواه ـ والباب الثاني
في ذكر نصوص ائمة الدين الدالة
على صحة ما جرينا عليه في
هذه الرسالة وفي التي قبلها ـ

پر اصرار کیا اور حق سے عناد کیا۔ چونکہ اس کا
یہ گمان غلط اور اس کی قرآن کی یہ تفسیر
بلا دلیل تھی اس لئے میں نے چاہا کہ میں ایک
مختصر کلام جمع کردوں جو ہمارے پہلے رسالہ
کا تتمہ بن جائے جس میں اس کے اپنے دعویٰ
پر آیت مذکورہ سے استدلال کے باطل
ہونے کا بیان کرتے ہوئے اس کے رسالہ
کی بعض اہم باتوں کی طرف بھی اشارہ کردیا جائے
ساتھ ہی متعدد وجوہ سے اس رسالہ کے نقض
اور اس کی عدم صحت کو بھی بیان کردیا جائے
تاکہ جو شخص ہماری مذکورہ تقریظ پر مطلع ہو وہ
یہ گمان نہ کرے کہ ہم نے اس مطلب میں اس
کی موافقت کی ہے۔ پس اللہ کی توفیق سے کہتا
ہوں کہ ہمارا رسالہ دو بابوں پر منقسم ہے۔ پہلا
باب ان دلائل کے بیان میں ہے جو اس کے
دعویٰ کے صحیح نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں
اور دوسرا باب ائمہ دین کی ان تصریحات کے
بیان میں ہے جو ہمارے موجودہ اور سابقہ
رسالہ میں بیان کردہ مسلک کے صحیح ہونے
پر دال ہیں۔

علامہ اقبال کے تاثرات

۱۹۳۴ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی علامہ اقبال سے ملاقات ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام نے علمائے دیو بند کی گستاخانہ عبارات سنائیں، تو علامہ نے بے ساختہ مندرجہ بالا تبصرہ کیا۔ اس واقعہ کے راوی ہیں حضرت استاذ العلما مفتی تقدس علی خاں مدظلہ العالی جو حضرت حجۃ الاسلام کے شاگرد، خلیفہ اور داماد ہیں۔ اور طویل عرصہ تک دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کے مہتمم رہے ہیں۔ ان دنوں آپ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ (سندھ) کے شیخ الجامعہ ہیں[1]۔ ذیل میں ان کی ایک مکتوب پیش کیا جا رہا ہے۔

غالباً یہ ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے جبکہ مسجد وزیر خاں میں آخری فیصلہ کن مناظرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام قبلہ قدس سرہ بہ نفس نفیس لاہور تشریف لے گئے تھے۔ اور مولوی اشرف علی تھانوی کو خصوصی دعوت دے کر ان کے لئے ڈبہ ریزرو کروا کے ان کی آمد کا انتظام کیا گیا تھا۔ لیکن باوجود اصرار کے وہ نہیں آئے۔

اسی موقعہ پر کسی مقام پر حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ اور ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ حضرت موصوف نے واپسی پر بریلی شریف کے چند احباب کے سامنے یہ تذکرہ فرمایا کہ دیو بندی حضرات کی گستاخانہ عبارتیں ڈاکٹر صاحب موصوف کے سامنے پڑھی گئیں تو ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ کہا۔

"مولانا ایسی عبارات "گستاخانہ" ہیں ان لوگوں پر آسمان
کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا۔ ان پر آسمان ٹوٹ پڑنا چاہئے۔"

علامہ محمد اقبال

تقدس علی قادری رضوی بریلوی

مورخہ ۱۲ ماہ خاص ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

1۔ اب ان حضرت کا وصال ہو چکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (مرتب)

علامہ اقبال کی وصیت جاوید کے نام

۱۹۳۵ء میں علامہ اقبال نے اپنی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر وصیت لکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک دستاویز ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو تیار کی جو روزگار فقیر جلد دوم مرتبہ فقیر سید وحید الدین کے صفحات ۵۶-۵۹ پر درج ہے اس کے چند روز بعد اقبال نے ایک تحریر تیار کی جس میں آپ نے خاص طور پر اپنے فرزند ارجمند جاوید اقبال کو وصیت کی ہے علامہ اقبال کی یہ نادر تحریر اقبالیات کے مشہور ماہر جناب محمد عبداللہ قریشی کا عطیہ ہے۔

جاوید کو میری عام وصیت یہی ہے کہ وہ دنیا میں شرافت اور خاموشی کے ساتھ اپنی عمر بسر کرے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار تعلقات رکھے۔ میرے بڑے بھائی کی اولاد سب اس سے بڑی ہے۔ ان کا احترام کرے اور اگر ان کی طرف سے کبھی سختی بھی ہو تو برداشت کرے۔ دیگر رشتہ داروں کو اگر اس کی مدد کی ضرورت ہو اور اس میں ان کی مدد کی توفیق ہو تو اس سے کبھی دریغ نہ کرے جو لوگ میرے احباب ہیں ان کا ہمیشہ احترام ملحوظ رکھے اور ان سے اپنے معاملات میں مشورہ لیا کرے۔

باقی دینی معاملے میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا، جو ارکان دین میں سے نہیں ہیں، سلف صالحین کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے۔ جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اسی راہ پر گامزن رہے اور اس بد قسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لیے ہیں ان سے احتراز کرے۔

بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس واسطے مائل ہو جاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دنیوی فائدہ ہے میرے خیال میں بڑا بد بخت ہے وہ انسان جو صحیح دینی عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کردے۔ غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہیے اور آئمہ اہل بیت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہیے۔

محمد اقبال

۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء

علامہ اقبال کے چند اشعار
علماءِ دیوبند کے بارے میں

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ور نہ
زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر زمقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است!

ان اشعار کا مفہوم:-

تعجب ہے کہ ابھی تک وہ دین کے رموز نہ سمجھ پائے جو حسین احمد مدنی ہے۔ وہ تو انتہائی حماقت میں مبتلا ہیں۔ وہ منبر پر گاتے رہے کہ ملت یعنی دین شریعت تو وطن سے عبارت ہے۔

اسے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام و مرتبے کی خبر تک نہیں۔

(اے ایماندار): اپنے آپ کو تو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پہنچا دے کیونکہ وہی ذات ستودہ صفات تمام تر دین ہے۔

اگر تو ان کی خدمت میں نہیں پہنچے گا تو یہی تمام تر ابولہبی ہے۔

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی
کی طرف سے فتویٰ کفر پر تقریظ وتائید

کچھ عرصہ پہلے سرگودھا سے ایک پمفلٹ شائع ہوا تھا۔ جس میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی۔ قدس سرہ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند اور مصنف ''تحذیر الناس'' کے مداح اور معتقد ہیں۔ اور یہ کہ ''تحذیر الناس'' میں عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرنے پر انہیں نانوتوی صاحب پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہی مضمون ماہنامہ ''الرشید'' دیوبند نمبر میں شائع کیا گیا، حالانکہ یہ سفید جھوٹ تھا۔

ذیل میں ہم حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے مکتوب گرامی کا عکس پیش کر رہے ہیں جس میں انہوں نے دیوبندیوں کی فریب کاری کا پردہ چاک فرمایا ہے۔

تابش قصوری

۷۸۶
۹۲

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تذکرہ [illegible] گستاخانہ عبارتیں [illegible]

پیش کی گئیں تو [illegible] یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں

ان بزرگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا [illegible] آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہیے

قمر الدین [illegible]

عکس مکتوب حضرت مولانا تقدس علی خاں مدظلہ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔ اما بعد! کچھ عرصہ ہوا فقیر کے پاس ایک استفتاء پہنچا کہ زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگر نہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کر لیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار و فیوض سے مقتبس ہیں تو نہایت مناسب ہوگا کیا زید پر فتوی کفر لگایا جا سکتا ہے یا نہ؟ جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائیگا بعد میں سنا گیا کہ بعض علماء اہل سنت نے فقیر کے اس فتوی کو اس وجہ سے ناپسند کیا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس کی اس نوعیت کی عبارت پر علمائے اہل سنت نے کفر کا فتوی دیا ہے۔ چنانچہ رسالہ مذکور کا مطالعہ کیا تو تحذیر الناس کی عبارت اور اس استفتاء کی عبارت میں فرق بعید ثابت ہوا کہ رسالہ مذکور کی تکفیر ان مندرجہ ذیل تصریحات پر مبنی ہے۔

(۱) خاتم النبیین کا معنی لا نبی بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ لینے پر مُصر ہے۔ حالانکہ یہ معنی احادیث صحاح سے ثابت ہے۔ اس پر اجماع صحابہ ہے ومن بعدہم الی یومنا ھذا متواتر متوارث یہی معنی کیا جاتا ہے۔

(۲) رسالہ مذکورہ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیاء کرنے سے کلام ماقبل لکن وما بعد لکن یعنی مستدرک منہ ومستدرک کے مابین کوئی تناسب نہیں رہتا۔

(۳) رسالہ میں موجود ہے کہ یہ معنی کرنے سے کلام الٰہی میں حشو و زوائد کا قول کرنا پڑے گا یعنی لکن زاید حرف ماننا پڑے گا

(۴) کہتا ہے کہ یہ مقام مدح ہے اور آخر الانبیاء ماننے سے مدح ثابت نہیں ہوتی بلکہ عام انسانوں کے عام حالات ذکر کرتے ہیں اور یہ معنی لینے میں کوئی فرق نہیں وغیرہ ذالک من التھافۃ الفتیلۃ الخزوی اس فقیر نے ضروری خیال کیا کہ اس صورت واقعیہ اور اس فرضی استفتاء میں فرق کی بنا پر رسالہ مذکورہ کی عبارت کے بارے میں اپنی ناقص رائے ظاہر کرے۔

(۱) تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنی خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں لیا گیا تاکہ دو معانی مانعۃ الجمع کی تاویل کی جا سکے۔ بلکہ آخر الانبیاء کے معنی کو غیر صحیح ثابت کرنے کے الفاظ لائے گئے ہیں لہذا احادیث صحیحہ سے انکار اور اجماع صحابہ سے فرار اور باقی امت کے متفق عقیدہ و اجماع سے قطعاً قطعی طور پر ثابت ہے

(۲) مصنف رسالہ کے دعویٰ میں کلام ما قبل لکن و ما بعد لکن میں تناسب کی نفی ہو گئی ہے

ایسے کئے ہوئے معنی پر نظر ڈالیے تو اس صورت میں بھی اس کو یہی لوٹ آتا ہے کہ حضور
صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور
انبیاء کو بھیجا رسالت ہیں - اب بتائیے کہ اس مستدرک منہ اور مستدرک میں فرق
لکن نے کیا کیا - اور کیا مناسبت اس استدراک کی وجہ سے پیدا ہوئی ؟

(۳) اور معنی کے اعتبار سے کیوں حرف لکن زائد ثابت نہ ہو گیا ہوا - واو عاطفہ یہ کام
نہ کرسکتی تھی ؟ استدراک کی ترکیب کیوں استعمال فرمائی گئی ؟ اس کو ذکر نادان
کو سمجھ ہوں تو معنی لانبی بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم کرنے سے مدح بالذات اسم موصوف
بالذات کیلئے اظہر من الشمس اور ابین من الامس موجود ہے - احادیث صحیحہ کا انکار
بھی صرف پیش نہ آتی - شذ شذ عن الجماعة بھی ذکر نہ کیا ہوا، غور فرمائیے اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ○
یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تم جیسے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن تم پر مت
خیال کرو کہ آپ کی ہستی شفقت و رافت و رحمت سے تم محروم ہو گئے وہ رحمۃ للعالمین
کافۃ الناس کیلئے قیامت تک آخری رسول ہیں جن کی شفقت و رحمت باپ سے
ہزاروں درجہ زیادہ ہے جو ہمیشہ کیلئے تمہیں نصیب رہے گی وہ تو عزیز علیہ ما عنتم
حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم کا رتبہ رکھنے والے رسول ہیں - اب بتائیے
موصوف بالذات و مقام مدح والا اشکال حل ہوا یا نہ ؟ اور مستدرک منہ اور
مستدرک کے مابین مناسبت سمجھ میں آئی یا نہ ؟ اور مصنف کے دماغ سے خود
روائد خارج ہوا یا نہ ؟ مصنف تحذیر الناس ان چند علمی مصطلحات کا ذکر وہ
بھی بالکل بے محل اور بے ربط کرتے ہوئے اپنی عامیانہ طرز تحریر پر پردہ نہ ڈال سکا اور
النبوۃ کا منکر احادیث صحیحہ و نصوص متواترہ قطعیہ ثابت ہونے کے علاوہ شاذ عن
الجماعة و خارق اجماع ثابت ہوا - لہذا فقیر کا فتویٰ عدم تکفیر اس فرضی زید کے متعلق
ہے نہ کہ مصنف تحذیر الناس کیلئے - والحق ما قد قیل فی حقہ من قبل العلماء والاعلام

فقیر محمد قمرالدین السیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

مسلک دیوبند چودھویں صدی کی پیداوار ہے محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی سے پہلے کسی سلسلہ شخصیت سے ان کا تعلق نہیں

(دارالعلوم دیوبند کے شیخ کا اعتراف)

٣٦

مسلکِ دیوبند کیا ہے؟

مولانا سید انظر شاہ صاحب — استاذ تفسیر دارالعلوم۔ دیوبند

ادارہ البلاغ کا مضمون کے ہر ہر جزء سے مکمل اتفاق ضروری نہیں

حکم ہے ایک عزیز و کرم کا جو غالباً عمر میں کم اور علم و ذکاء فہم و دانش میں برابر لگے ہیں، کہ اکابر دیوبند پر ان کے قرطاس کے لئے کچھ لکھوں لیکن سوچتا ہوں کہ اکابر کے تعارف سے پہلے تو دیوبندیت ہی کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ پتے اور کونپل، برگ و ریشے، شاخیں اور ان کا لمبا سلسلہ سب کچھ جڑ ہی سے براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ اگر اصل ہی شخص و متعین نہیں تو برگ و بار کی تعریف و تعارف، حقیقت کی دریافت کی وافی و کافی راہ نہیں۔ مضمون نگار قلم ہے تو عمر چالیس کے سن و سال سے آگے قدم بڑھا رہی ہے۔ بات اگرچہ اس دور میں بھی وہی ہے، جو کریما کے مصنف نے غالباً مجھ ایسوں ہی کے لئے کہی تھی کہ

> چہل سال عمر عزیزت گذشت
> مزاج تو از حال طفلی نگشت

تاہم جو کچھ ہوا وہ ہوا اور جو ہوتا ہے وہ بھی ہو کر رہے گا۔ (تاہم بطور تحدیث نعمت عرض کرنے کی ہمت رکھتا ہی ہوں کہ اب رد و قبول کا معیار بحمداللہ خفیف نہیں بلکہ دیدہ ہے، یعنی جو کچھ پہنچا اور پہنچیگا عقل کی کسوٹی لے سے خود بھی پرکھ کر دیکھنے کا جذبہ دافر رکھتی ہے۔ گویا کہ ابھی وشعور منتقل نہیں، بلکہ اپنے لگے بندھے کام میں معروف ہیں، قرآن، حدیث نبی اور پیغمبر دین و ملت، فقہ و روایت، بلکہ حد تو یہ ہے کہ اپنے اسلاف کے بارہ میں جو کچھ سنا اور سن رہا ہوں خوب ٹھونک بجا کر اسے قبول کرنے کی عادت پڑ چکی۔ یہ کلپترہ گوئی بھی، مدح خود کی کوئی علی دخفی شکل نہیں بلکہ آنے والے بیانات و حقائق کو قابل قبول بنانے کی ایک معقول تمہید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے محض یہ کہہ کر تحریر کو نا قبول سے ذرکہ دیں کہ ...

---

(١) اس کی ایک عجیب مثال یہ ہے جس سے غالباً کچھ سوچنے اور سمجھنے کا جو ڈھنگ اپنا رہا ہے اس کی کوئی خاص شکل آپ کے سامنے آئے۔ کہ جنگ میں مصروف جنگ میں، براہ راست علماء وقت بھی شرکت کر رہے تھے۔ اپنے اکابر کے بارہا سنا کہ جس وقت حضرت حافظ ضامن شہید شہادت کے مقام ارفع پر فائز ہو گئے تو غالباً سیدالطائفہ حضرت الحاج مولانا امداد اللہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ میں اب جنگ لڑائی ختم۔ وہ تو اتفاق کو حافظ جی کے شوق شہادت کی تکمیل مقصود تھی وہ پورا کر کرانا ... کی ... [illegible]

ایک طومار اور مرویات کا پشتارہ ہے، ایسا نہیں بلکہ فراغت کے بعد امام ہی آکر بہرحال سترہ برس کے عرصے کے بعد جس حد تک ان کا اتفاق کی دریافت ممکن ہو سکی" بعد و چندہ کے اسی حاصل کو سامنے رکھ رہا ہوں، کہنا یہ ہے کہ جس طرح اسلام، تمام ہی مذاہب میں، مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے بعد میرے لئے ایک دین برحق ہے، جس کے ایک ایک جزو پر خدا کا شکر ہے کہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوں، اسی طرح فقہی مکاتیب میں حنفی فقہ کی جامعیت گہرائی و گیرائی پر ... دل و دماغ مطمئن ہیں دوسرے مکاتیب کی صحت و درستگی کے یقین کے باوجود حنفی فقہ کی ترجیح علم و یقین کے درجہ میں حاصل ہے، بلکہ امام اعظم کے خصوصی تفقہ پر دل اسی درجہ مطمئن ہے، جیسا کہ استاذ الاساتذہ حضرت سیدنا شیخ الہند قدس سرہ العزیز کے بارہ میں بتواتر سنا کہ جس قول میں امام اعظم کو منفرد پاتے، تا آنکہ ان کے مشہور تلامذہ ابو یوسف اور محمد رحمہا اللہ بھی ان کے ہمنوا نہ ہوتے، شیخ الہند علیہ الرحمۃ اس صورت حال پر بجائے پریشان و پشیمان ہونے کے بے حد مطمئن رہتے، فرماتے کہ واقعہ یہ ہے کہ یہ بات اس درجہ دقیق، نازک اور عمیق تھی، جہاں تک سوائے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کسی اور کی نظر پہونچ ہی نہیں سکتی تھی" اور کہا کرتے" بلکہ سننے میں تو یہ بھی آیا ہے کہ جس مسئلہ کو حضرت مرحوم فقہاء کے مابین قطعاً اتفاقی پاتے، اس پر تشریح و تفصیل کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی یہ ارشاد فرماتے گذر جاتے کہ

"چلو بھائی یہ بات تو اتنی سامنے کی ہے کہ سب ہی کو نظر آگئی"

اس موقع پر سیدنا الامام مولانا انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ کی وہ آخری تقریر بھی پیش نظر رہنی چاہئے، جو آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے سالانہ اجلاس میں الوداعی قرآنی

(متعلقہ صفحہ گذشتہ) شہادت کے بعد جگہ جگہ بھڑکتے ہوئے شعلے جنگ اور لڑائی کے اس طرح بجھتے ہے جیسے کوئی پانی میں چنگاریوں کو ڈال دے! روایت تو سن لی مگر در حسن اس انکار کر تا کیا یہ ممکن ہے کہ خدا نے عالم الحکیم کی تکوینیات و تقدیرے بس ایک انسان کی خواہش و تمنا کے لئے اگرچہ وہ کتنا ہی مقبول و مکرم ہو، پورے ملک کو جنگ کے شعلوں اور آگ میں جھونک دے! لیکن جب قرآن پاک کے مسلسل درس و تفسیر کا موقع ارزانی ہوا تو آیت کے واقعات میں یہ الفاظ آنکھوں سے دل میں اتر گئے، فرمایا۔ ویتخذ منکم شہداء" جس کا ترجمہ ... صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ "کہ بعضے تم میں سے شہید" آیت سے متعلق روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض وہ خدا کا رجو بدر کے معرکہ میں شرکت نہ کر سکے تھے ان میں اس کے کا مزاج میں شوق شہادت اور مگر گوسے خدا کے نام پر مٹنے والا بے قرار خون ویکھو پھولتا تھا، آیت میں تاکامیوں کے جو بڑے اسباب بیان کرتے ہوئے ایک سبب یہی حکیم علیم نے بتایا کہ جس طرح بعض سعید روحوں کی تمنائے شہادت کی تکمیل بھی مقصود و مطلوب تھی بس یہ امت جس کو آخر ہی غیر سے خالی شب ادر ... انشاء اللہ کبھی ہوگا کیوں ممکن نہیں کہ اس قدر و مقتدران کی بعض تمناؤں کو پورا کرنے کے لئے ... تعجب جیسے جنگ کھڑا کر دے، حضرت نے خبر کا جو پہلو رکھ دیا گیا جس کو دیکھ کر کہنے والے نے کہا تھا "کہ خدا شر سے ہمارا گیر ... باوجود اس پہلو کو سامنے رکھے، ہوسے کسی کے لئے خیر کا دروازہ سیکڑوں کے لئے شر بنا کر بہرحال کھول سکتا ہے، خوب کہا ہے کہنے والے نے ۔ ؎

گر تو چنیں خواہد خدا خواہد چنیں ... می دہد یزداں مراد متقی

بہرحال مولانا صاحب صاحب نے متعلق روایت کو قبول کرلیں کم از کم مجھے اب کوئی تذبذب نہیں، اور لطف یہ اس طرح روایت اگر موجود ہے تو آخرت کے لئے، امکان کو بھی مانا امتحان و تنگی کے بے مصرف کا مسلمانوں کو زیادہ ایک نہیں۔

جس کے بعد پھر اس ناسوتی دنیا میں آپ کا قیام محدود سے چند سال تک رہا فرمایا کہ:

"میں نے اپنی عمر کے چالیس سال محض اس مقصد کے لئے صرف کر دیئے کہ دیکھیں فقہ حنفی حدیث کے مطابق ہے یا نہیں، سو ہم اپنی چالیس سالہ محنت کے بعد قطعاً مطمئن ہیں، جہاں جس درجہ کی حدیث خصم کے پاس ہے اسی درجہ کی حدیث احناف کے پاس بھی موجود ہے اور جہاں بالحدیث نہ ہونے کی بنا پر امام ابوحنیفہ نے مسئلہ کی بنیاد قیاس پر رکھی وہاں دوسروں کے پاس بھی کوئی حدیث موجود نہیں۔"

یہ تفحص و تلاش میرے لئے ممکن اور میری کالبست سے بہت دور تھی تاہم اکابر کو جو کچھ یقین کد و کاوش سے میسر آیا کچھ بھی ہو ر علوم وجیوں کردہ دولت، الحمد للہ بے عالی حاصل ہے۔

اسی طرح ہندوستان اور بیرون ہند میں جس قدر نظریاتی اعتبار سے مکاتیب فکر و نظر پھیلے ہوئے ہیں یا پائے جاتے ہیں ان میں سے دیوبندیت کی اصابت، اور مکمل حدیث و قرآن یا سنت و دین سے اس کی موافقت، پر اشرح صدر کی دولت مجھے میسر ہے، ہر تعصب سے بالاتر ہو کر جس قدر میں نے غور کیا یا فکر و نظر کی جتنی راہیں مجھ پر کھل سکیں، دیوبندیت کو اسی دین کی ایک مکمل تصویر میں نے پایا جو کہ وہ پیغمبر زادہ اللہ شرفاً و تعظیماً نے اپنی ابتدائی اور انتہائی بلکہ ارتقائی شکل میں چلایا تھا یہ ہے ایک مختصر جواب۔ تمہید میں اٹھائے ہوئے اس سوال کا کہ آخر دیوبند یا دیوبندیت ہے کیا چیز؟ اور تفصیل اور اس کی ہو جانی چاہئے کہ دیوبندیت اپنے تمام مزایا و گوشوں خصوصیات اور میزات کے ساتھ دوسرے تمام مکاتیب فکر میں ممتاز ہو جائے۔

میرا خیال ہے کہ "ما انا علیہ واصحابی" جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے اس سوال کے جواب میں تراوش ہوا تھا کہ نجات پھر کس فرقہ کی ہوگی! یہی دیوبندیت کی مختصر اور مفصل جو جراد مسبوعہ تعریف و تعارف ہے، بس میرے نزدیک، دیوبندیت خالص دین ہے کسی فکر بھی نہیں، اور نہ کسی خاص خانوادہ کی گلی بندھی تنگ دولت و متاع۔ میرا یقین ہے کہ اکابر دیوبند جن کی ابتدا، میرے خیال میں سیدنا الامام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ اکبر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے، علم کامل، اور شعور بالغ کے ساتھ، قدرت نے ان کو ایک ایسی جبلت بھی عطا کی تھی جس سے وہ افکار و نظریات کو جیسے ہی قبول کر سکیں، مجھے اس حقیقت کے واشگاف کرنے میں کوئی تامل و تذبذب نہیں ہوتا کہ ہندوستان کی سیاسی و مذہبی پامالی کے دور میں دین کو اپنی شکل میں باقی رکھنے کے لئے، دیوبند کا وجود قدرت کا ایک عظیم لطیفہ ہے۔ اور جن کو ہر گونہ فکر و نظر کی تراش و خراش کے لئے خدا تعالیٰ نے کھڑا کر دیا، وہ عظیم انسانی صدیوں کی الٹ پھیر میں، وجود پذیر ہوتے ہیں، اس لئے یہ دیوبندیت کی ابتدا، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے، مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے کرتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب رحمہ پر ہی منتہی ہوتا ہے۔ اور آج ہند و پاک میں حدیث و قرآن کے جو زمزمے سنے جاتے ہیں ان میں خانوادہ ولی اللہی کا براہ راست دخل ہے۔ اس لئے

؎ چند سال گزرتے ہیں دارالعلوم دیوبند کے آفاقی کتب خانہ میں ایک باخبر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر اچانک مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ دیوبندیت کیا ہے؟ اس کے جواب میں جب میں نے اپنی مذکورہ بالا دریافت ذرا تفصیل سے بیان کی تو سننے کے بعد وہ بولے کہ مولوی صاحب! اس حقیقت سے تو اکثر دیوبندی بھی مطلع نہیں، او دیکھئے ان کو خود کو ولی اللہی فکر کے وارث کہتے ہیں، تاہم دیوبندیت کے امام تو صرف یہی دو امام وقت ہیں۔

ان کی خدمات جلیلہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ تاہم کم از کم مجھے
شاہ صاحب اور دیوبند میں فرق نمایاں اور واضح نظر آتا ہے
جس کے بعد دیوبندیت کو ولی اللّٰہی فکر کا ایک سرچشمہ قرار
دینے میں مجھے تامل ہے، بلکہ میرے اپنے مطالعہ کا حاصل تو یہ ہے
کہ دیوبندی فکر سے بہت کچھ حضرت رئیس المحدثین شاہ
عبد العزیز رحمۃ اللہ قریب ہیں۔ فقہ حنفی کی برتری کا یقین اور
اس کی اشاعت جو دیوبند کے متعارف اجزاء ترکیبی میں ایک
عنصر غالب ہے جس قوت کے ساتھ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ کے یہاں
ہے، ان کے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے یہاں اس کا
نام و نشان بھی نہیں، اگر ہے تو نہایت گول مول [illegible]

اور یہی وہ بنیادی فرق ہے جو شاہ صاحب مرحوم سے مکتب فکر
دیوبند کو دور لیجا کر کھڑا کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس لئے
میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ دیوبندیت کے واقعی امام وہی دو بزرگ
ہیں، جن کا نام آپ مجھ سے سن چکے [illegible] صوفی [illegible] مولانا
[illegible] حسین رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ دار العلوم کے ابتدائی بانی ہیں
لیکن یہ حقیقت ہے کہ آفاقی اور ملی درسگاہ کے تخیل سے مرحوم
کا دل و دماغ قطعاً خالی تھا، ایک عظیم درسگاہ جو آفاقی تصور کی
حامل ہو، یہ حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی
مرہون منت ہے، نیز ابتدائی آدمی جو حضرت مولانا
نانوتوی صاحب اور حاجی عابد حسین مرحوم میں رہیں، جن کی [illegible]

[illegible] یہاں اپنے ایک پرانے خیال اور پھر اسی تجربہ و آگاہی کے بعد تبدیلی کا ذکر بھی مناسب ہے، ایک مدت تک یہ خیال
رہا کہ دیوبند کو اپنا تعلق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے کیوں منقطع کرنا چاہئے۔ غالباً ہندوستان میں اپنی مخصوص
نوعیت کے اعتبار سے حدیث کے سلسلہ میں ان کی خدمات کچھ کم وقیع نہیں، شروح حدیث میں شاہ صاحب مرحوم ہی کے قلم سے
[illegible] تیار ہوئے انہیں تو چھوڑ دیجئے۔ ان کے صاحبزادہ شیخ نور الحق کی شرح بخاری بھی ایک زمانہ میں مقبول
و متداول رہی، اس خانوادہ کی خدمات علم، ولی اللّٰہی مکتب کی طرح اگرچہ جلیل و وقیع نہیں تاہم حدیث و قرآن سے ان کا
والہانہ شغف کرنے میں شیخ [illegible] مرحوم کا ہمیشہ حال رہا ہے۔ لیکن پھر یہ رائے بھی بدل گئی، اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم
تک ہماری سند ہی نہیں پہنچتی، نیز حضرات شیخ عبد الحق کا تذکرہ دیوبندیت سے جوڑ ہی نہیں کھاتا۔ غالباً گیری یہ بات
بہت لوگوں کو چونکا دینے والی ہو مگر اس موقع پر میں ایک علمی اور صاحب نظر عالم کی رائے میں اپنے لئے پناہ ڈھونڈتا
ہوں۔ سنا ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم فرماتے تھے کہ شاہ اور شیخ عبد الحق پر بعض مسائل میں بدعت
و سنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا، بس اسی اجمال میں ہزارہا تفصیلات ہیں جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب
سمجھتے ہیں۔ [illegible] میں ان تصریحات سے سمجھتا کہ امام الہند کی عقیدت میں یہ حقیر کیسے تسکین ہو۔ مجھ پر ایک ظلم ہو گا
کہ عرض کروں اپنی موجودہ حالت کو اسی امام وقت کا ایک روحانی فیض و تصرف یاد کرتا ہوں جس زمانے میں تشکیک و
ہند و پاک کے دو ابھرے ہوئے خطوں سے پہلے دہلی میں بجا بے نیازی سے مقیم، روحانی امتحان دینے کے بعد براہ راست
میں پڑ چکا تھا، اور ان حالات میں اگر موت آجاتی تو غالباً موت جاہلیت ہی ہوتی۔ ہر جمعہ کو سلطان المشائخ حضرت نظام الدین
اولیاء اور سید نا الامام الہ جلوی کے پر انوار مزارات [illegible] حاضری ہوتی اور جو روحانی چیزیں ان کی تفصیل کے بغیر موجود ہے
بس بزرگوں کی روحانی آمد تسلیم کرتا ہوں، دوسروں سے منوانے کی کوئی وجہ و حیثیت نظر بھی نہیں، اب بھی دہلی کا کوئی سفر
غالباً الامام کے مزار پر حاضری کے بغیر نہیں ہوتا۔ دو چار سال کو ان سالوں میں ایصال ثواب کا اہتمام ضروری ہے، تاہم جو بات کہنا چاہتا
وہ ایک راز، ان کبھی نہ جانی جس اوراق [illegible] اوراق ان کے مزار سے بے نیاز ہو کر کیسے ہی کیوں نہ عرض کروں۔

تعبیر فکر ہوگی، یا شاید براءت ہی سے ہو سکتی ہے، جیسے لوگ ایک باہمی واقفیت صرف اتنی نہیں کہ دارالعلوم کے منتظم یا مہتمم کے لیے دونوں بزرگوں کا اشتراک تھا، جب کہ میں اپنے بزرگوں سے سنا ہوا تھا دہا ہے عرض کرنے دیجئے کہ یہ [illegible] خاص، [illegible] کی بہ تفصیلات میں موجود ہوگی۔ نہیں جانتا ہوں گا اس لئے کہ وہ ایک دلخراش تاریخ کا باب ہے، لیکن اپنے علم و مطالعہ کی بنا پر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جو دیوبند حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی کی زیر تربیت رہا تھا، وہ یقیناً اس دیوبند سے مختلف ہے جس کو آج تعارف اور شہرت، عالم اسلامی سے گذر کر تمام عالم میں پہنچ چکی ہے۔ اس لئے تسلیم کرنا ہوگا کہ موجودہ جماعت کے بانی ہونے کے ساتھ ساتھ فکر دیوبند کے امام بلاریب حضرت مولانا قاسم صاحب علیہ الرحمہ ہیں۔ جن کی پوری جد و جہد میں حضرت گنگوہی ثانی اثنین کی حیثیت سے ہر مرحلہ پر کام کرتے نظر آتے ہیں۔

۱۔ مجھے کہنے دیجئے صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ چھتہ کی مسجد جہاں سے دارالعلوم کی ابتدا ہوتی ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ کی نشست گاہ ہی کا مقدس مقام رہا ہے، اسی مسجد میں رمضان المبارک کے بارہ اجتماعوں میں اب تک میلاد حضرت حاجی صاحب کی یادگار میں جاری ہے، میں نے کیا لکھا ہیں اسی اجمال میں، بلکہ بیخ [illegible] کی ساری تفصیلات کو پڑھ لیں جسے میں نے [illegible] کے نکار ورے کا نرکہ کے تقاضا خلاف مصالحت سے پہلو بچایا۔

دارالعلوم دیوبند معاون سرکار ہے
(انگریز ایجنٹ کی خفیہ رپورٹ)

مادہ تاریخ تعمیر "اشرف عمارت" سے نکالا ہے [illegible] چونکہ تعمیر کا سال اسی سال شروع ہوا اس لئے [illegible] کو مادہ تعمیر قرار دیا گیا ہے۔

اس مدرسے کے بانی نے [illegible] ترقی کی [illegible] یکشنبہ بروز یکشنبہ [illegible] کو ایک خفیہ معتمد انگریز افسر [illegible] مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا، اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں:

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرفہ سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے، جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے، یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار، ممد و معاون سرکار ہے، یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ ایسے آزاد اور نیک مزاج ہیں [illegible] کہ ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ نہیں، کوئی [illegible] ایسا نہیں جو یہاں تعلیم نہ ہوتا ہو صاحب مدرسہ [illegible] سے بہتر ذی شعور [illegible] نہیں ملے گا [illegible] کر سکتے ہوں کہ [illegible]"

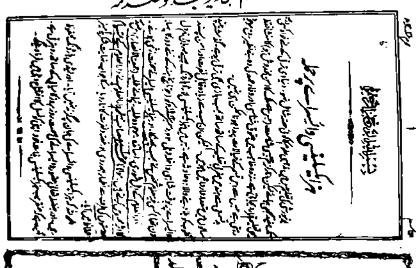
پروفیسر محمد ایوب قادری کی تصنیف "مولانا محمد احسن نانوتوی" کے ایک صفحہ کا عکس

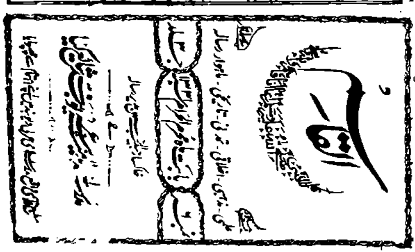
[illegible]

دیوبندیوں کا تاج برطانیہ سے پیمان وفاداری

وائسرائے ہند کو حادثہ پیش آنے پر

تمام اہل دیوبند کو صدمہ





[illegible] اپریل ۱۹۸۸ء [illegible]

پہلو ——— انجم لاشاری

ریشمی رومال تحریک

راز کس نے فاش کیا تھا؟

[illegible] انکشاف

تھانوی صاحب کو انگریز حکومت ماہانہ چھ سو روپے کیوں دیتی تھی؟ سبب کیا تھا؟ تفصیل ملاحظہ ہو

ستمبر ۱۹۸۸ء کے آخری ایام تھے ایک دن میں مہران کلینک میں زیر علاج ایک عظیم المرتبت ہستی کی عیادت کرنے گیا جو نہ صرف خود عملی و فکری حلقوں کی جدوجہد میں شریک رہی بلکہ ان کے والد محترم بھی سلطنت عالم کے ایک حق اور مسلمانان برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ یہ شخصیت تھی مولانا تاج محمود امروٹی کے فرزند ارجمند اور جمعیت العلمائے اسلام صوبہ سندھ کے سربراہ مولانا محمد شاہ امروٹی۔

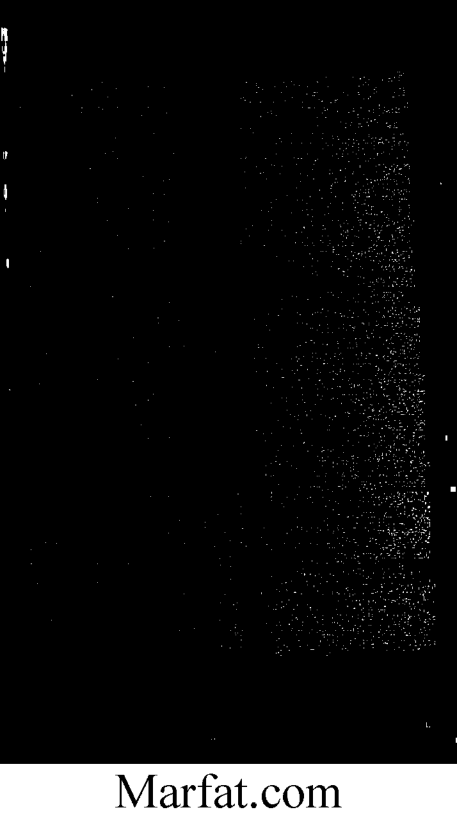
مولانا کی زندگی کے آخری ایام تھے یوں لگتا تھا کہ اس وقت وہ بستر مرگ پر تھے۔ ان سے جسمانی [illegible] نہ جا سکتا تھا لیکن روحانی و ذہنی طور پر وہ پہلے کی طرح ہشاش بشاش تھے۔ عیادت کیلئے آنے والے تمام احباب سے نہایت خندہ پیشانی سے مل رہے تھے۔ اس وقت ان کے کمرے میں جمعیت العلمائے اسلام سندھ کے سیکرٹری جنرل قاری شیر افضل، مرکزی آرگنائزنگ سیکرٹری مولانا عبدالرزاق عزیز، پی پی آئی کے اسٹاف رپورٹر کامریڈ رضا، مولانا جلیل خلیل، مولانا امروٹی کے صاحبزادے، ذاتی ملازمین اور جمعیت کے کئی دوسرے رہنماؤں کے علاوہ بعض دیگر صحافی بھی موجود تھے۔ جو مولانا سے انٹرویو کر رہے تھے۔ یہ انٹرویو ہوا اور مولانا محمد شاہ امروٹی بڑی روانی سے مختلف سوالوں کے جوابات دیتے رہے تاہم کئی مواقع پر مولانا [illegible] نے بھی مولانا امروٹی کی طرف سے جوابات دیئے جس پر مولانا نے صاد کیا۔

انٹرویو کے دوران تحریک خلافت کے پروگرام اور ریشمی رومال کا ذکر چلا تو مولانا نے بتایا کہ ریشمی رومال دراصل ایک طرح کا خط تھا جو تحریک کے تمام عہدیداروں اور جنود ربانیہ کے کمانڈروں تک پہنچایا جاتا تھا۔ اس خط میں تحریک کے صدر حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اور جنود ربانیہ کے لیفٹیننٹ جنرل مولانا تاج محمود امروٹی کی طرف سے ایک تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ اس تاریخ سے بیک وقت تمام کیمپوں سے انگریزوں کے خلاف انقلابی کارروائیوں کا آغاز ہونا تھا۔ مگر کچھ لوگوں نے انگریزوں کو اس کی خبر کردی اور یہ پروگرام ناکام ہو گیا۔

ابتداً میں مولانا محمد شاہ امروٹی نے ریشمی رومال کا راز افشا کرنے والے لوگوں کے نام بتانے سے گریز کیا اور صرف اتنا کہا کہ "وہ ہمارے بزرگ ہی تھے" مگر صحافیوں کے اصرار پر آخر انہوں نے یہ راز افشا کر ہی دیا اور ان بزرگوں کے نام بھی بتا دیئے۔ لیکن بعد میں جب مولانا کا یہ انٹرویو شائع ہوا تو اس میں یہ نام ظاہر نہیں کئے گئے تھے۔ مولانا کی جانب سے ان ناموں کا انکشاف یقیناً ضبط تحریر میں لانے کا متقاضی ہے تاکہ تاریخ کا ریکارڈ درست ہو سکے۔ لیکن اس سے پہلے تحریک خلافت اور ریشمی رومال کا کچھ تذکرہ ضروری ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں اتحاد و یکجہتی کی جدوجہد میں دارالعلوم دیوبند کے علماء کا کردار نہایت اہم ہے۔ جن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا تاج محمود امروٹی، میاں غلام محمد اور شیخ عبدالرحیم کے ساتھ تھانوی خانوادے کے اکابرین بھی شامل ہیں۔ تحریک احیائے خلافت عثمانیہ ہو یا ترک موالات کی تحریک، شدھی تحریک کی مزاحمت ہو یا تحفظ ناموس کی جدوجہد، آزادی کی تاریخ کا ہر باب ان [illegible] کے بغیر بے معنی ہے۔

[illegible]





مکتبہ اعلیٰ حضرت









جنتی زیور